﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿۔۔۔اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿۔۔۔عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾(بنی اسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ: نصیر احمد قمر

جلد 25 — جمعۃ المبارک 12 رجنوری 2018ء — 24 ربیع الثانی 1439 ہجری قمری ❁ 12 صلح 1397 ہجری شمسی — شمارہ 02

دعا کا دائرہ وسیع رکھو

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ اعرابی نے نماز پڑھی اور یہ دعا کرنے لگا۔ اے اللہ صرف مجھ پر اور محمد (ﷺ) پر رحم کرنا اور ہمارے علاوہ کسی پر رحم نہ کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا: تو نے تو ایک وسیع دائرہ کو تنگ کر دیا۔

(جامع ترمذی کتاب الطہارۃ باب فی البول)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

کیا تمہارے خدا نے نہیں فرمایا ہے کہ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ (انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ (النور:56)) اس میں ایک حجت ہے اس کے لئے کہ جو حد سے تجاوز کرتا ہے۔ کیونکہ لفظ کَمَا جو اس آیت میں موجود ہے اِس اُمّت کے سلسلہ کے خلفاء کو موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء سے مانند ہونے کو واجب کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سلسلہ خلفاءِ موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا ہے۔

’’کیا تمہارے خدا نے نہیں فرمایا ہے کہ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ (انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ (النور:56)) اس میں ایک حجت ہے اس کے لئے کہ جو حد سے تجاوز کرتا ہے۔ کیونکہ لفظ کَمَا جو اس آیت میں موجود ہے اِس اُمّت کے سلسلہ کے خلفاء کو موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء سے مانند ہونے کو واجب کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سلسلہ خلفاءِ موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا ہے۔ پس اس آیت سے کہاں رُوگردانی کرتے ہو اور نزدیک راہ کو دور ڈالتے ہو۔ اور خدا کی قسم قرآن شریف میں جو تمام اختلافوں کا فیصلہ کرنے والا ہے کہیں ذکر نہیں ہے کہ خاتم الخلفاء سلسلہ محمدیہ کا موسوی سلسلہ سے آئے گا۔ اس کی پیروی مت کرو کہ کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں ہے۔ بلکہ برخلاف اس کے تم کو دلیل دی گئی۔ اور کلمات متفرقہ اپنے منہ سے نہ نکالو کہ وہ کلمات اس تیر کی طرح ہیں جو اندھیرے میں چلایا جائے۔ اور یہ وعدہ جو مذکور ہوا سچا وعدہ ہے اور تم کو کوئی دھوکا نہ دے۔ اور سورہ فاتحہ میں دوسری بار اُس وعدہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ آیت سورہ فاتحہ یعنی صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ (الفاتحہ:7) اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں پھر حیلہ و بہانہ اختیار کرتے ہیں اور حجت الٰہی کے رفع دفع کے لئے مشورے کرتے ہیں۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کے فرمودہ کو اپنے پیروں میں روندتے ہو۔ کیا ایک دن تم نہیں مرو گے یا کوئی تم کو نہیں پوچھے گا۔ اور میرا ذکر کافروں کے ذکر کی طرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو قتل کر دیا جائے اور اسی طرح فتوے لکھتے ہیں اور کوئی نفس بجز اِذنِ الٰہی نہیں مرتا اور میرے ساتھ تو خدا تعالیٰ کے پاسبان ہیں کہ وہ میری میرے دشمنوں سے حفاظت کرتے ہیں۔ تم ہر ایک تدبیر جمع کر لو پھر دیکھو کہ ہر کسی کی تدبیر اسی پر لوٹ کر پڑے گی کہ جو ظالم ہے۔ اور ممکن ہے کہ تم کسی کو دروغگو خیال کرو اور وہ اپنے دعویٰ میں صادق نکلے۔ پس حق سے بالکل دور نہ ہو جاؤ۔ جس نے تقویٰ کو ترک کیا وہ گر گیا۔ تم نہیں دیکھتے کہ اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور تم مجھے جھٹلاتے ہو پس اس شخص کا کیا حال ہو گا جو حد سے بڑھ گیا۔

تم کو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو جائیں۔ اور ان کی زندگی میں تمہارا کچھ نفع نہیں ہے مگر خدا کے لئے ان کی موت میں بڑے بڑے مقصد ہیں۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان میں سکونت رکھنا خدا تعالیٰ کے ساتھ شرکت ہے جو اس وجہ سے آسمان کو نہیں چھوڑتے اور اس جگہ سے نقل مکان نہیں کرتے۔ پس اپنی جہالت سے خدا کے ساتھ جنگ مت کرو۔ اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو کہ وہ خدا اور مخلوق میں وسیلہ ہیں۔ اور ان دونوں قوس الوہیت اور عبودیت میں آپ کا وجود واقع ہے۔ آیا مجھ سے کبھی کوئی ایسی بات سنی ہے جو قرآن نے نہیں سنائی یا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں دیکھ لیا ہے جو تم کو گراں معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے اس کا انکار کر یا یہ محض گمان ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ محض گمان قائم مقام یقین کے نہیں ہوتا۔ اور بہ تحقیق تم نے جان لیا کہ قرآن نے عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دیدی ہے۔ اب بعد قرآن کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے؟ آیا حدیث کے لئے قرآن کا انکار کرو گے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ کیا اس گمان کے لئے جس نے تم سے پہلی قوم یہود کو ہلاک کیا یقین کو ترک کرو گے؟ اس وقت کے علماء پر بڑا افسوس ہے کہ وہ میرے مددگار نہ ہوئے بلکہ سب سے پہلے مجھے تکلیف دی تا کہ اس پیشگوئی کو اپنے مونہہ سے پورا کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ اور ایک شخص جو سب سے بڑا ظالم تھا اس نے میری نسبت کہا کہ اس شخص کو قتل کرو کہ میں ڈرتا ہوں کہ تمہارے دین میں خلل ڈالے گا اور اس سے تمہاری وجاہت وعزت میں فرق آجائے گا۔ اے حاسدو! تم پر افسوس ہے کہ تم اس ذراسی دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو۔ اور واقعی قرآن نے گواہی دی ہے کہ اس اُمّت کا خاتم الخلفاء اسی اُمّت میں سے ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے کہ قرآن کی نافرمانی کر کے روگردانی کرے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے فیصلہ کرنے والا ہے اور اسی کا حکم حکم ہے۔ کیا آیت فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ (المائدۃ:118) تم کو کفایت نہیں کرتی یا تمہارے پاس اور قرآن ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ سورۃ نور تمہیں جھٹلاتی ہے اور سورۃ فاتحہ تمہارے لئے ہدایت کی راہ کھولتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس میں مبدءِ عالم سے ابتدا کیا ہے اور دنیا کے اس سلسلہ کو ضالّین کے زمانہ پر ختم کیا ہے اور وہ نصاریٰ کا گروہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ اب بتاؤ تمہارے دجّال کا ذکر سورۃ فاتحہ میں کہاں ہے؟ اگر ہو تو قرآن میں ہمیں دکھلاؤ۔ جس نے قرآن کو ترک کیا اور ان کو دشمن پکڑا جو قرآن کے خادم ہیں وہ ہلاک ہو گیا۔ کیا خدائے علیم وخبیر نے بھلا دیا جو تم نے یاد کر رکھا ہے یا خدا کی کتاب پر افترا کرتے ہو۔ اور مفتری سے زیادہ ظالم کون ہے اور تحقیق قرآن ایک فیصلہ کرنے والا قول ہے۔ کوئی غبار اس پر نہیں ہے اور وہ روشن اور ظاہر بیان ہے اور سچ یہی ہے۔ خدا سے زیادہ سچا اور اس سے زیادہ جاننے والا کون ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی حجت ہے کہ قرآن کی پیروی سے روکتی ہے۔ وہ حجت ہم کو دکھلاؤ اگر خدا سے ڈرتے ہو اور حرص وہوا کی پیروی نہیں کرتے ہو۔‘‘

....(خطبہ الہامیہ مع اردو ترجمہ صفحہ 85 تا 89۔ شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

یہ خدا تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ بندوں کو پیدائش کے بعد ان کے پیدائش کے مقصد سے بھی آگاہ کرتا ہے تا کہ وہ شیطان کے چنگل سے نکل کر آزاد ہو کر اپنی زندگی کے مقصد کو پہچانیں۔

اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ نہیں سمجھنا بلکہ تمام قسم کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ کرنی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ہیں اور بندوں کے حقوق بھی ہیں۔ اور ان تمام قسم کے حقوق ادا کرنے کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ تم نمازوں کی طرف بھی توجہ کرو اور پھر نمازیں ہی ہمیں ایسی دعا سکھا دی جو ہر معاملے میں ہماری ہدایت اور رہنمائی اور اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے اور ایمان میں ترقی کے لئے ایک جامع دعا ہے اور یہ دعا بھی ہر نماز کی ہر رکعت میں اور جو نوافل ادا کرتے ہیں وہ نوافل کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں کیونکہ یہ پڑھنی ضروری ہے۔ اور اسی سے ہم ہر وقت اپنے قدم ہدایت کے راستے کی طرف بڑھانے کے قابل ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر اس دعا کے مغز کو ہم سمجھ لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ پھر ہدایت کے راستے مہیا فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق ان دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور ہر لمحہ رہنمائی فرماتا رہتا ہے۔ اور یہ دعائیں ہیں سورۃ فاتحہ میں جس کو ہم روزانہ کئی دفعہ پڑھتے ہیں۔

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا کی جامعیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ نہایت پُرمعارف اور لطیف تفسیر کے حوالہ سے انعام یافتہ لوگوں کی راہ کو حاصل کرنے کے لئے افراد جماعت کو نصائح

ایک طرف تو ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس زمانے کے امام مسیح و مہدی علیہ السلام کو ہم نے مانا ہے۔ اور دوسری طرف ہمیں اپنی عبادتوں میں، اپنے عملوں میں، اپنے اخلاق میں، اپنے تعلق باللہ میں کوئی ترقی نظر آتی ہو تو پھر یہ فکر لازمی ہے اور سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ ہماری دعاؤں کو سن بھی رہا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سن رہا ہے تو پھر دعاؤں کی قبولیت کے اثرات نظر آنے چاہئیں۔ نیکیوں میں آگے بڑھنے کے نظارے نظر آنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے نظارے نظر آنے چاہئیں۔ ہر روز قدم ہدایت کی طرف اٹھتا ہوا نظر آنا چاہئے۔

نمازوں کے بارے میں جب بعض لوگوں سے پوچھو، سوال کرو تو بڑی شرمندگی کی حالت میں کہتے ہیں کہ دو یا تین نمازیں ہم پڑھتے ہیں دعا کریں کہ ساری پڑھنی شروع کر دیں۔ ٹھیک ہے دعا تو ہونی چاہئے اور کی بھی جاتی ہے۔ اس دعا کے اگر اثر ظاہر نہیں ہو رہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اور نیکیوں میں بڑھنے کی طرف توجہ پیدا نہیں ہو رہی تو پھر خوف کا مقام ہے۔

آج ہر احمدی یہ عہد کرے کہ ہم نے اپنی نمازوں کے معیاروں کو بھی اونچا کرنا ہے اور ہدایت کے تمام معلوم راستوں میں آگے سے آگے بڑھنے کے خدا کے مسیح سے کئے گئے عہد بیعت کے بعد اس کے لئے کوشش کرنی ہے۔ اپنی زبان کو دعا سے بوجھل کرنے کی بجائے اپنی زبانوں کو دعاؤں سے تر رکھنا ہے۔ اپنے دلوں کو ہلکے سے ہلکے شرک سے بھی پاک رکھنا ہے۔ اپنے دلوں اور اپنے دماغوں سے تمام بدعتوں کو نکال کر باہر پھینکنا ہے۔ ہمارے کام، ہمارے کاروبار، ہماری دنیاوی دلچسپیاں، ہمارے معاشرے کے رسم و رواج جنہوں نے بدعتوں کے رنگ دھار لئے ہیں، ان کو ہم نے اپنے وجود سے نکال باہر پھینکنا ہے تا کہ خالص ہو کر اللہ کے حضور دعائیں کرنے والے بنیں۔ اور اللہ سے جب بھی ہم کسی چیز کے طالب ہوں تو وہ ہدایت کی راہیں ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کی حسنات، اللہ تعالیٰ کی برکات اللہ تعالیٰ کے فضل ہم ہمیشہ اپنے اوپر نازل ہوتا دیکھیں۔ اور ہماری ایک کے بعد دوسری نماز جو ہے، ہمارا ایک کے بعد دوسرا دن جو ہے ہمارے اندر پاک تبدیلیاں ظاہر کرتا ہوا نظر آئے۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 29 رجولائی 2005ء بروز جمعۃ المبارک سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا Rushmoor Arena میں افتتاحی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ (البقرۃ:187)۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے کہ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خوشخبری دی، ہمارے پیدا کرنے والے خدا نے یہ ضمانت دی کہ اے میرے بندو! اگر تم میری بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے میری طرف آؤ گے، میرے سے سوال کرو گے، مجھ سے دعائیں مانگو گے تو مَیں تمہاری دعاؤں کا جواب دوں گا۔ تمہاری دعائیں قبول کروں گا لیکن تمہیں بھی میرا حق بندگی جو ہے وہ ادا کرنا ہوگا اور جو تعلیم مَیں نے تمہیں دی ہے اس پر تمہارا یقین کامل اور ایمان ہونا چاہئے۔ میرے تمام حکموں پر تمہیں عمل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی اور پھر اس یقین اور ان شرائط کے ساتھ جب دعا کرو گے تو پھر مَیں تمہاری دعا سنوں گا۔ پس جب دعائیں کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ خدا تعالیٰ دعائیں سنتا ہے اور جب نمازوں کے لئے کھڑے ہو تو اس ایمان کے ساتھ کھڑے ہو کہ مَیں خدا کے سامنے حاضر ہوں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے اور جب اس طرح نمازیں ادا ہو رہی ہوں گی تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والی ہوں گی اور ہدایت کے راستوں پر چلانے والی بھی ہوں گی۔ اور یہ ہدایت کے راستے کوئی محدود راستے نہیں ہیں بلکہ یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔ اور اس کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے ہمیں نمازیں ایک دعا سکھا دی ہے۔

پس یہ خدا تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ بندوں کو پیدائش کے بعد ان کے پیدائش کے مقصد سے بھی آگاہ کرتا ہے تا کہ وہ شیطان کے چنگل سے نکل کر آزاد ہو کر اپنی زندگی کے مقصد کو پہچانیں۔ اور پھر یہ کہ جب ہمیں اس طرف توجہ دلائی، ہمیں یہ تعلیم دی کہ تم نے اپنے پیدائش کے مقصد کو پہچاننا ہے۔ اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ نہیں سمجھنا بلکہ تمام قسم کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ کرنی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ہیں اور بندوں کے حقوق بھی ہیں۔ اور ان تمام قسم کے حقوق ادا کرنے کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ تم نمازوں کی طرف بھی توجہ کرو اور پھر جیسے مَیں نے کہا نمازیں ہی ہمیں ایسی دعا سکھا دی جو ہر معاملے میں ہماری ہدایت اور رہنمائی اور اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے اور ایمان میں ترقی کے لئے ایک جامع دعا ہے اور یہ دعا بھی ہر نماز کی ہر رکعت میں اور جو نوافل ادا کرتے ہیں وہ نوافل کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں کیونکہ یہ پڑھنی ضروری ہے۔ اور اسی سے ہم ہر وقت اپنے قدم ہدایت کے راستے کی طرف بڑھانے کے قابل ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر اس دعا کے مغز کو ہم سمجھ لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ پھر ہدایت کے راستے مہیا فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق ان دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور ہر لمحہ رہنمائی فرماتا رہتا ہے۔ اور یہ دعائیں ہیں سورۃ فاتحہ میں جس کو ہم روزانہ کئی دفعہ پڑھتے ہیں۔

اس ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’نماز کا مغز اور روح بھی دعا ہی ہے جو سُورۃ فاتحہ میں ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ جب ہم اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کہتے ہیں تو اس دعا کے ذریعہ سے اس نور کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے اترتا اور دلوں کو یقین اور محبت سے منور کرتا ہے۔‘‘ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 241)

پس اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی یہ دعا جو ہمیں سکھائی گئی ہے۔ اس کے پہلے اور پیچھے جو پوری آیتیں ہیں اگر ان پر بھی ہم غور کریں تو احساس ہوتا ہے کہ کس طرح یہ خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والی اور اس پر ایمان اور

یقین میں بڑھانے والی دعا ہے۔ اس میں ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کر کے اس کی مدد کے طالب ہوتے ہیں۔ پھر انعام یافتہ لوگوں کا حوالہ دے کر اس سے راہ ہدایت کے طلبگار ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی حاصل کرنے والوں اور گمراہوں کے حوالے سے ان عملوں سے بچنے کی دعا کرتے ہیں جو ایسے لوگوں نے عمل کئے۔ غرض کہ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا یہ نماز کا مغز اور روح ہے اور اس کے ذریعہ سے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو ہم کھینچنا چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اترتا ہے اور دلوں میں ایک یقین پیدا کر دیتا ہے اور اس یقین سے خدا تعالیٰ کی محبت میں اَور ترقی ہوتی ہے۔ ایمان میں اَور ترقی ہوتی ہے اور اس ترقی کے باعث ہدایت کے اَور راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔

پس اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی یہ دعا، یعنی ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ وہ راستہ جو نیک بندوں کا راستہ ہے۔ وہ راستہ جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ انعام یافتہ لوگ کون ہیں وہ نبی ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں، صلحاء ہیں، ہم ہر روز کئی مرتبہ کرتے ہیں کہ یہ راستے ہمیں دکھا اور ان چار لوگوں کی حالت کیا تھی جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیا وہ ایک مقام پر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ نہیں، بلکہ وہ ان نیک کاموں اور اللہ کا قرب پانے کے مقام میں ترقی کرنے والے تھے۔ ہدایت یافتہ ہو کر آگے ہدایت پھیلانے والے تھے۔ پس یہ دعا سکھانے کا مطلب ہے کہ ہم بھی جب یہ دعا کر رہے ہوں تو ذہن میں یہ رکھیں اور خدا تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگ رہے ہوں گے کہ اے خدا تو نے ہمیشہ انعام یافتہ لوگوں کو ترقیات سے نوازا اور ان پر اپنی برکات کے دروازے کھولے۔ ان کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ ان کو جس طرح تُو نے اپنے فضل اور رحم کی چادر میں لپیٹا ہم بھی تیرے عاجز بندے اس سوچ اور اس دعا اور اس طرح خالص ہو کر تیرے حضور جھکتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ ہمیں بھی نواز۔ جس طرح ان انعام یافتہ لوگوں کو تُو نے نوازا تھا اور جس طرح ان لوگوں نے نیکیوں میں بڑھنے کے مضمون کو سمجھا تھا اور عمل کیا تھا اور تیرے فضلوں کے وارث بنے۔ اس طرح ہمیں بھی نیکیوں میں ترقی کرنے والا بنا۔ وہ نیکیوں میں بڑھنے والے وہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے اور عبادتوں کے بھی اعلیٰ معیار قائم کرنے کے لئے کوششیں کیں۔ جنہوں نے اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کی اور اپنی راتوں کو بھی نوافل سے سجایا۔ جنہوں نے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی بھی کوشش کی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے حق ادا کرنے والوں کو بھی اپنی رضا سے نوازتا ہے۔ جنہوں نے یہ فکر بھی کی کہ جن اعلیٰ معیار اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے راستوں کو خود حاصل کر لیا ان سے اپنے بھائیوں اور دوسروں کو بھی آگاہ کریں۔ ان راستوں پر اپنے بھائیوں اور دوسروں کو بھی چلائیں۔ غرض کہ نیکی کے ہر میدان میں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ ہیں نیکیوں میں آگے بڑھنے کے مضمون کو جس طرح سمجھتے رہے اور جس طرح اے اللہ تُو ان کی رہنمائی فرماتا رہا ہمیں بھی سمجھا اور ہماری بھی رہنمائی فرما۔

اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک جگہ یوں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ”ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ۔ اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔ نبیوں کا کمال، صدیقوں کا کمال، شہیدوں کا کمال، صلحاء کا کمال۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو۔ اور صدّیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں اور اُس صدّیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوّتِ ایمانی اور قوّت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے۔ اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دُور ہو جائے اور مجسّم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشانی مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنج وقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے“۔ (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 515-516)

تو فرمایا کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی دعا میں ہمارے دو بڑے مقصد ہیں۔ نمبر ایک تو یہ کہ ہمارے ایمان میں ترقی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا فہم اور ادراک حاصل ہو کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ ایمان کو گہرائی میں جا کر سمجھا جائے کہ ایمان کیا چیز ہے۔ پس جب ایمان کے تمام تقاضے پورے کر رہے ہوں گے تو تبھی مومن کہلا سکتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کی تمام صفات پر کامل اور مکمل یقین ہو گا تو تبھی مومن کہلا سکتے ہیں۔ اور پھر یہ عرفان جو حاصل ہو اس میں ترقی کرتے چلے جانے والے ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ بنی نوع کی بھلائی دل میں رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ نیکی اور بھلائی اور اس کی ہمدردی دل میں ہو۔ اس کے دکھوں اور تکلیفوں کو سمجھتے ہوں۔ تو فرمایا کہ ان دو مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے ہم چار قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ اور یہ مقصد جو ہے ہم کس طرح حاصل کرتے ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ پر کامل اور مکمل ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مخلوق کی خیر خواہی اور بھلائی چاہنے سے ملیں گے۔ تو فرمایا کہ یہ چار قسم کے لوگ ہیں جنہوں نے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ تو ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ ان چار قسم کے لوگوں کے معیار حاصل کرنے کے لئے نشان ہمیں بھی دکھا۔ یعنی ہم بھی اس قابل ہو سکیں کہ یہ معیار حاصل کر سکیں۔

اس میں پہلی قسم کے لوگ نبی ہیں اور نبی کا تعلق باللہ تمام انسانوں سے زیادہ ہوتا ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غیب کے اسرار، غیب کے راز اُن پر کھولتا ہے۔ ایک غیر معمولی علم سے ان کے دل کو منور کرتا ہے۔ ان کے سچائی کے نشان کے طور پر آئندہ ہونے والی باتوں سے انہیں آگاہ کرتا ہے۔ بعض غیب کی باتیں بھی انہیں بتا دیتا ہے۔ ایک عام آدمی اس مقام تک تو نہیں پہنچ سکتا کہ نبی کے برابر آ جائے لیکن عبادتوں کے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کے ان راستوں پر چلنے کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعہ سے ہمیں سکھائے اور اب ان اعلیٰ معیاروں کے کمال پر اور ان اعلیٰ نمونوں پر حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگائی اور ایک اُسوہ قائم کر کے ہمیں اس پر چلنے کی تلقین فرمائی۔ اگر ایک مومن چلے تو ایمانی حالت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے سلوک کے نظارے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کو بھی کھولتا ہے جو کوشش کرتے ہیں اور اگر ترقی کی منازل طے کرتے رہے تو یہ سلسلہ جو ہے یہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ ان پر بہت سی باتیں ظاہر فرما دیتا ہے۔

اور پھر آپ نے فرمایا کہ صدّیق کے کمال کا نشان یہ ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کی کتاب کا گہرا علم ہو، ایمان ہو اور قرآن کریم کا گہرا علم ہو۔ کیونکہ اب یہی آخری شرعی کتاب ہے جس کی شریعت نے، جس کے احکامات نے تا قیامت قائم رہنا ہے۔ اس کتاب کے واقعات پر بھی، اس کی تعلیمات اور احکامات پر بھی، اس کتاب کی پیشگوئیوں پر بھی، اس کتاب کی صداقت پر بھی، اس کتاب کے انذار پر بھی اس کو، ایک مومن کو مکمل اور کامل یقین ہو۔ تبھی وہ صدیق کے کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ اور اس کا علم حاصل کرنے کی کوشش ہو۔ اس کے مطالب کو سمجھنے کی کوشش ہو۔ اس پر عمل کرنے کی کوشش ہو اور زبان حال سے یہ کہہ رہے ہوں کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہوں جو اس کے ہر ہر لفظ پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور ہم گواہی دینے والے ہیں کہ ہم نے ان برکات سے فیض اٹھایا ہے جو اس کتاب کی ہیں اور پھر اس غیر معمولی علم کے حاصل کرنے کے لئے جو اس کتاب میں ہے اس دعا کی بدولت کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، مزید علم کے دروازے کھلتے چلے جائیں۔

اور تیسری چیز آپ نے یہ فرمائی کہ جو ایک مومن کو نشانی کے طور پر حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے وہ ہے شہید کا کمال۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ دکھوں مصیبتوں اور ابتلاؤں میں اپنے ایمان کے اعلیٰ معیار قائم کرے۔ کوئی خوف، کوئی طمع، کوئی لالچ، کوئی ابتلا تمہارے ایمان کو متزلزل نہ کر سکے، ہلا نہ سکے۔ بلکہ یہ چیزیں ایمان میں اضافے کا باعث بننے والی ہوں اور مشکلات اور ابتلا تمہارے ایمان کی مضبوطی کا نشان بن جائیں۔ ان ابتلاؤں میں تمہارے سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو تمہارے اخلاق کے معیاروں پر داغ لگائے اور ان ابتلاؤں میں کبھی کوئی ایسا موقع نہ آئے جب تم بزدلی دکھاؤ، کمزوری دکھاؤ، تمہارے اندر بندوں کا خوف پیدا ہو جائے اور تم اپنے عہد بیعت سے پھر جاؤ۔ اور آپ نے فرمایا کہ یہ علامت بھی غیر معمولی شان کے طور پر تم میں ظاہر ہو تو سمجھا جائے گا کہ تم اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا سے حصہ پا رہے ہو۔

اور چوتھی چیز آپ نے ہدایت یافتہ اور انعام پانے والے لوگوں کی یہ بتائی کہ ان میں مرد صالح کا کمال ہوتا ہے۔ اور مرد صالح وہ ہے جو مکمل طور پر صلاح بن جائے۔ اور صلاح کا مطلب ہے کہ اگر تم مشوہ دینے والے ہو تو نیک نیتی سے اگلے کے فائدے کو دیکھ کر مشورہ دو۔ اگر تم نصیحت کر رہے ہو تو تمہاری نصیحت نیکی اور نیک نیتی پر مبنی ہو۔ اور پھر یہ کہ جس ماحول میں تم رہ رہے ہو وہاں سے ہمیشہ امن، صلح اور آشتی اور محبت کا نعرہ بلند ہو رہا ہو۔ وہاں سے ہمیشہ پیار اور محبت کے چشمے پھوٹ رہے ہوں۔ وہاں سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے نعرے بلند ہو رہے ہوں۔ تمہارے اندر محسن انسانیت کی انسانیت کے مقام کو بلند کرنے کی تعلیم اور آپ کے عمل کی تصویر نظر آ رہی ہو۔ کبھی کوئی ظلم بھی تمہیں انسانیت سے گری ہوئی حرکت کرنے پر مجبور نہ کرے۔

پس یہ حقوق العباد کی ادائیگی بھی ایک احمدی کا طُرّہ امتیاز ہونا چاہئے اور ہر احمدی کے ہر عمل اور ہر فعل میں اس کے نظارے نظر آ رہے ہوں تو پھر کہا جا سکے گا کہ انہوں نے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کے مضمون کو سمجھا ہے۔ تو دیکھیں کیا خوبصورت وضاحت فرمائی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے۔ پس یہ نمونے قائم کرنے کے لئے ہم نے کوشش کرنی ہے۔

آجکل مختلف ممالک میں پاکستان میں، بنگلہ دیش میں، انڈونیشیا میں، ہندوستان کی بعض جگہوں پہ اور بعض اور جگہوں پہ بھی احمدیوں کو مشکلات میں ڈالا جا رہا ہے۔ بہت سی جگہوں پر احمدی ابتلا میں ہیں۔ لیکن خوش قسمت بھی ہیں کہ اس زمانے میں ہمیں اس زمانے کے امام اور مسیح ومہدی کو ماننے کی توفیق ملی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی دعاؤں کو سمجھنے اور ان کا ادراک حاصل کرنے کے راستے بھی ہمیں بتائے ہیں۔ پس انہی راستوں پر آج ہر احمدی نے چلنا ہے اور اپنی دعاؤں میں اس طرح اللہ تعالیٰ سے نشان مانگنے ہیں۔ اور جس طرح آپ نے فرمایا ہم نے ان معرفت کے مقامات پر قدم مار کر زمین کی پلیدگیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

یہ چاروں قسم کے لوگ جن کی آپ نے ہمیں مثال دی ہے۔ انہوں نے ہمیشہ یہ دعا کر کے اپنے مقام کو مزید بلندیوں کی طرف لے جانے کی کوشش کی ہے اور جب ان کے نقش پر ہم نے چلنا ہے تو ہمیں بھی اپنے جائزے لینے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا مانگتے ہوئے جھکنا ہو گا کہ اے اللہ! ان کاملین کے نقش قدم پر ہمیں چلا اور ایسا نہ ہو کہ ہم ایک جگہ پر کھڑے ہو جائیں بلکہ ہمارا ہر قدم اور ہر لحہ ترقی کی طرف بڑھنے والا ہو۔ جب اس طرح اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا مانگی جا رہی ہو گی تو پھر اپنے جائزے لینے کی طرف بھی توجہ پیدا ہو رہی ہو گی اور جب اس طرح ہر کوئی اپنے جائزے لے رہا ہو گا اور ہر کوئی اس دعا اور اس سوچ کے ساتھ اپنے نفس میں جھانکے گا تو اس دعا کی برکات کے مزید راستے کھلتے چلے جائیں گے۔ اگر کچھ نظر نہیں آتا اور نمازوں میں صرف طوطے کی طرح رَٹے ہوئے الفاظ دہرا کر سلام پھیر کر بیٹھ جاتے ہیں تو پھر یہ نمازیں تو ہمیں پُرسکون بنانے کے بجائے ہمیں فکر میں ڈالنے والی ہونی چاہئیں۔ کیونکہ ایک طرف تو ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل ایمان لانے والے ہیں۔ ایک طرف تو ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ایمان لانے والے ہیں۔ ایک طرف تو ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس زمانے کے امام مسیح ومہدی علیہ السلام کو ہم نے مانا ہے۔ اور دوسری طرف ہمیں اپنی عبادتوں میں، اپنے عملوں میں، اپنے اخلاق میں، اپنے تعلق باللہ میں کوئی ترقی نظر نہ آتی ہو تو پھر یہ فکر لازمی ہے اور سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ ہماری دعاؤں کو سن بھی رہا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سن رہا ہے تو پھر دعاؤں کی قبولیت کے اثرات نظر آنے چاہئیں۔ نیکیوں میں آگے بڑھنے کے نظارے نظر آنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے نظارے نظر آنے چاہئیں۔ ہر روز قدم ہدایت کی طرف

اٹھتا ہوا نظر آنا چاہئے۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’جو شخص محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی راہ کی تلاش میں کوشش کرتا ہے اور اس سے اس امر کی گرہ کشائی کے لیے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون (وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) یعنی جو لوگ ہم میں سے ہو کر کوشش کرتے ہیں ہم اپنی راہیں ان کو دکھا دیتے ہیں) کے موافق خود ہاتھ پکڑ کر راہ دکھا دیتا ہے اور اسے اطمینانِ قلب عطا کرتا ہے۔ اور اگر خود دل ظلمت کدہ اور زبان دعا سے بوجھل ہو اور اعتقاد شرک و بدعت سے ملوّث ہو تو وہ دعا ہی کیا ہے اور وہ طلب ہی کیا ہے جس پر نتائج حسنہ مترتب نہ ہوں۔ جب تک انسان پاک دل اور صدق و خلوص سے تمام ناجائز رستوں اور اُمید کے دروازوں کو اپنے اوپر بند کر کے خدا تعالیٰ ہی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس وقت تک وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید اُسے ملے۔ لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ ہی کے دروازہ پر گرتا اور اسی سے دُعا کرتا ہے تو اس کی یہ حالت جاذبِ نصرت اور رحمت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ آسمان سے انسان کے دل کے کونوں میں جھانکتا ہے اور اگر کسی کونے میں بھی کسی قسم کی ظلمت یا شرک و بدعت کا کوئی حصّہ ہوتا ہے تو اُس کی دُعاؤں اور عبادتوں کو اُس کے مُنہ پر اُلٹا مارتا ہے۔ اور اگر دیکھتا ہے کہ اس کا دل ہر قسم کی نفسانی اغراض اور ظلمت سے پاک صاف ہے تو اس کے واسطے رحمت کے دروازے کھولتا ہے اور اسے اپنے سایہ میں لے کر اُس کی پرورش کا خود ذمہ لیتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 397-396۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

تو دیکھیں اس سے دعا کرنے کا طریق اور اس کی روح کی مزید وضاحت ہوگئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ سے ڈر کر تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اس سے راہ ہدایت مانگو تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کو اپنی راہیں دکھا دیتا ہے۔ پس یہ شرط ہے کہ دعا دل سے نکل رہی ہو۔ دل میں اللہ کا خوف قائم ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ایسی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور ضرور ایسے لوگوں کو راستے دکھاتا ہے جو خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والے راستے ہوں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے راستے ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر نیت نیک ہے تو خود ہاتھ پکڑ کر راہ دکھا دیتا ہے۔ پہلا قدم تو یہ ہے کہ صاف دل ہو کر جب اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا کر رہے ہوں گے تو ضرور اللہ تعالیٰ راستہ دکھاتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ایک جگہ فرمایا ہے کہ میں نے تو لا مذہبوں کو، جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، دین سے ہٹے ہوئے لوگوں کو جب یہ کہا کہ صاف دل ہو کر تم اللہ تعالیٰ سے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا مانگو۔ اگر ان الفاظ میں نہیں تو اپنے الفاظ میں ہدایت مانگ لو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت کا راستہ ضرور دکھا دے گا۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے اس کہنے پر بعض لوگوں نے نیک نیتی سے تجربہ کیا اور فائدہ اٹھایا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 35) اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا ضروری تو نہیں کہ صرف مسلمان کے لئے ہے، غیر مسلم بھی اگر کرے گا اپنے الفاظ میں بیشک مانگیں تو اللہ تعالیٰ اسے راستہ دکھاتا ہے۔ نیکیوں کے کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ خدا سے صاف دل ہو کر یہ دعا مانگے اور جب صاف دل ہو کر دعا مانگے گا تو خدا کا خوف اس کے دل میں ہوگا۔ اور خدا کا خوف اس کے دل میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ ضرور ہدایت کے راستے بھی کھولے گا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ راستہ کس طرح دکھاتا ہے؟ ہاتھ پکڑ کر دکھاتا ہے۔ اس طرح یقین ہو جاتا ہے اور اطمینان قلب ہوتا ہے کہ انسان کو ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا نیکیوں میں قدم بڑھانے کا باعث ہوتی ہے اور اس کو اگر خالص ہو کر مانگا جائے تو نیکیوں میں قدم بڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ذات کا فہم اور اِدراک حاصل ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ تو یہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کے فیض کا پہلا قدم ہے اور جب یہ فیض حاصل ہو جائے تو پھر اگر نیت نیک ہو اور استقامت میسر آ جائے۔ یہ اطمینانِ قلب وقتی نہ ہو۔ پھر دنیا کی گندگیوں میں پڑ کر اس ہدایت کی راہ کو ضائع کرنے والے نہ ہوں تو پھر جب انسان یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ یہ بات علمی طور پر تو مجھے سمجھ آ گئی کہ تیرا تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔ تیری عبادتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ تیرے بتائے ہوئے حکموں پر عمل کرنا چاہئے۔ تیرے بندوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں لیکن عملی طور پر یہ باتیں مجھ میں اس وقت پیدا ہوں گی جب تیری طرف سے رہنمائی ہو گی اور ہدایت کے مزید راستے کھلیں گے اور مَیں خالص ہوتے ہوئے، تیرے حضور جھکتے ہوئے تجھ سے پھر راہ ہدایت مانگتا ہوں کہ مجھے ان راستوں پر چلا جو تیرے انعام یافتہ لوگوں کے راستے ہیں اور میرے ہر عمل اور میرے ہر فعل میں اس کی گواہی نظر آتی ہو تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا پھر اس قدم پر بھی اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے اور ہاتھ پکڑ کر اگلے مقام پر لے جاتا ہے۔ اطمینان قلب کے، دل کی تسلی کے، اللہ کے خوف کے معیار بدلنے لگتے ہیں۔

پس ہر احمدی جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے قدم سے دوسرے قدم پر آنے کی توفیق دی ہے اس نے اس زمانے کے امام کو مانا اور پہچانا ہے، علمی طور پر اس بات کا قائل ہو گیا کہ جس مسیح و مہدی نے آنا تھا وہ آ گیا اور ہم اس کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اب اس کو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے، اس کا خوف دل میں قائم رکھتے ہوئے اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے اور اس سے راہ ہدایت طلب کرنی چاہئے کہ وہ اس کی عملی تصویر بننے والے بھی ہوں۔ اپنی نمازوں کو سنوار کر پڑھنے والے بھی ہوں اور اپنے معاشرے کے حقوق کو بھی سنوار کر ادا کرنے والے ہوں۔ احسن طور پر ادا کرنے والے ہوں۔ تب پتا چلے گا کہ سیدھے راستے پر چلنے کی دعا کا ان پر کیا اثر ہوا ہے یا کیا اثر ہو رہا ہے۔

نمازوں کے بارے میں جب بعض لوگوں سے پوچھو، سوال کرو تو بڑی شرمندگی کی حالت میں کہتے ہیں کہ دو یا تین نمازیں ہم پڑھتے ہیں۔ دعا کریں کہ ساری پڑھنی شروع کر دیں۔ ٹھیک ہے دعا تو ہونی چاہئے اور کی بھی جاتی ہے اور یہ بنیادی دعا ہے۔ وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (الفرقان:75)۔ لیکن ایسے لوگ جو ہدایت کا راستہ علمی اور ذہنی طور پر قبول کر چکے ہیں اور عملی طور پر بھی ان راستوں پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کوشش شروع بھی کر دی ہے جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم دو یا تین نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان دو یا تین نمازوں میں تو اللہ تعالیٰ سے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ۔ کی دعا مانگ رہے ہیں جو کم از کم نہیں تو پندرہ بیس دفعہ تو ضرور مختلف نمازوں میں اگر پڑھی جا رہی ہوں تو مانگی جاتی ہے۔ تو اس دعا کے اگر اثر ظاہر نہیں ہو رہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اور نیکیوں میں بڑھنے کی طرف توجہ پیدا نہیں ہو رہی تو پھر خوف کا مقام ہے۔ مومن کا تو یہ کام نہیں کہ یہ ایک جگہ پر آ کر ٹھہر جائے۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ نیکیوں میں آگے قدم بڑھا۔ یہ تو ایک احمدی کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ اگر وہ دو تین نمازوں کی ادائیگی پر ہی رکا ہوا ہے۔ اگر وہ نیکیوں میں قدم آگے بڑھانے میں رکا ہوا ہے۔ اس کو تو اپنا جائزہ لینا ہوگا کہ حقیقت میں دعا مانگ رہے ہیں یا صرف دعا کے الفاظ ہی دہرا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف بڑھنے کے لئے کی گئی دعا جو خود خدا تعالیٰ نے سکھائی ہے وہ نیک اثر کیوں نہیں ڈال رہی۔ جو دعا خدا تعالیٰ نے خود سکھائی ہے وہ اس کو قبول کیوں نہیں کر رہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔ پس اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے مانگنے میں کوئی کمی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہئے۔ آپ کے الفاظ ہمیں جھنجھوڑنے والے ہیں۔ ہمیں ہلا دینے والے ہیں۔ فرمایا کہ:

’’اگر خود دل ظلمت کدہ اور زبان دعا سے بوجھل ہو اور اعتقاد شرک و بدعت سے ملوّث ہو تو وہ دعا ہی کیا ہے اور وہ طلب ہی کیا ہے جس پر نتائج حسنہ مترتب نہ ہوں۔‘‘

پس ایک دعا کرنے والے کے لئے یہ غور کرنے کا مقام ہے، خوف کا مقام ہے۔ اندھیرے اور ظلمت کی جگہ تو کافر کے دل ہوتے ہیں۔ ایک مومن کا دل نہیں ہوتا۔ ایک مومن کا دل تو خدا تعالیٰ کے نور کو سمیٹنے والا دل ہے۔ ایک مومن کا دل تو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر چلتے ہوئے تقویٰ کی راہوں پر چلنے والا دل ہے۔ ایک مومن کا دل تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ظلمات سے روشنیوں کی طرف آنے والا دل ہے۔ اندھیروں سے روشنیوں کی طرف آنے والا دل ہے۔ ایک مومن کا دل تو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرنے والا دل ہے اور اس کی مخلوق کے حقوق بھی ادا کرنے والا دل ہے۔ پس اس میں کبھی اندھیرے پناہ نہیں لے سکتے، کبھی ظلم نہیں پنپ سکتے جو اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے کی بجائے اس کے غضب کو بھڑکائیں۔

پس آج ہر احمدی یہ عہد کرے کہ ہم نے اپنی نمازوں کے معیاروں کو بھی اونچا کرنا ہے اور خدا کے مسیح سے کئے گئے عہد بیعت کے بعد ہدایت کے تمام معلوم راستوں میں آگے سے آگے بڑھنے کے لئے کوشش کرنی ہے۔ اپنی زبان کو دعا سے بوجھل کرنے کی بجائے اپنی زبانوں کو دعاؤں سے تَر رکھنا ہے۔ اپنے دلوں کو ہلکے سے ہلکے شرک سے بھی پاک رکھنا ہے۔ اپنے دلوں اور اپنے دماغوں سے تمام بدعتوں کو نکال کر باہر پھینکنا ہے۔ ہمارے کام، ہمارے کاروبار، ہماری دنیاوی دلچسپیاں، ہمارے معاشرے کے رسم و رواج جنہوں نے بدعتوں کے رنگ دھار لئے ہیں، ان کو ہم نے اپنے وجود سے نکال باہر پھینکنا ہے تا کہ خالص ہو کر اللہ کے حضور دعائیں کرنے والے بنیں۔ اور اللہ سے جب بھی ہم کسی چیز کے طالب ہوں تو وہ ہدایت کی راہیں ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کی حسنات، اللہ تعالیٰ کی برکات، اللہ تعالیٰ کے فضل ہم ہمیشہ اپنے اوپر نازل ہوتا دیکھیں۔ اور ہماری ایک کے بعد دوسری نماز جو ہے، ہمارا ایک کے بعد دوسرا دن جو ہے وہ ہمارے اندر پاک تبدیلیاں ظاہر کرتا ہوا نظر آئے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تنبیہ فرمائی ہے ہم ہمیشہ اس سے بچتے ہوئے اپنے اوپر تمام ناجائز راستوں اور امیدوں کے دروازے بند کر کے صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلانے والے، اس سے اس کا قرب پانے کی دعائیں مانگنے والے اور اس سے اس کی ہدایت کے راستوں پر قدم مارتے ہوئے ہر نیکی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل کرنے والے ہوں۔ ہمیشہ ہم اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت کو جذب ہوتا ہوا دیکھیں اور خاص طور پر اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا ہم پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے نئے نئے راستے کھولتی چلی جائے اور ہماری زندگیوں میں ان پاک تبدیلیوں کا ٹھہراؤ نہ آئے جو ایک دفعہ پیدا ہو چکی ہیں۔ اور یہ ٹھہراؤ کھڑے پانی کے تالاب کی طرح بدبودار پانی میں نہ بدل جائے بلکہ صاف اور شفاف نہر کی طرح ہو جس میں ہر آن اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کے چشموں کا پانی ملتا چلا جاتا ہے۔ ہدایت کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں جو ہماری زندگیوں کو بھی فائدہ پہنچانے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بھی فائدہ پہنچانے والے ہوں۔

پس جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے جب ہم میں سے ہر ایک اس فکر اور سوچ کے ساتھ دعائیں کر رہا ہوگا۔ ایک فکر کے ساتھ اپنے عملوں کو سنوارنے کی کوشش کر رہا ہوگا تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جائے گا جن کو نفسانی اغراض اور ظلمتوں سے خدا تعالیٰ پاک صاف کر دیتا ہے اور اپنی رحمت کے سائے میں لے لیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ اپنے سائے میں لے لے گا تو پھر ہدایت کے راستے بھی کھلتے چلے جائیں گے اور دو تین نمازیں پڑھنے والے پانچوں نمازیں پڑھنے والے ہو جائیں گے اور پھر باجماعت پڑھنے کی کوشش کرنے والے ہو جائیں گے اور پھر نوافل کی ادائیگی کرنے والوں میں شامل ہو جائیں گے اور یوں ہر دن ترقی کی طرف لے جانے والا دن ہوگا۔ پھر جب ان عبادتوں کے ساتھ ان انعام یافتہ لوگوں کے باقی عملوں پر بھی نظر ہوگی تو ایک غیر معمولی پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا ہوتی ہوئی ہر ایک کو نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اور اس کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہوئی اور ان کی ادائیگی کے لئے کوشش نظر آئے گی اور یوں ترقی کے راستے جیسا کہ میں نے کہا کھلتے چلے جائیں گے۔

پس جلسے کے ان دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان جلسوں کے قیام کے مقصد کو سمجھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور دعاؤں سے حصہ پانے کے لئے ہر احمدی اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کے مضمون کو سمجھتے ہوئے اپنی زندگی گزارے۔ آج سے ہی ہر احمدی یہ عہد کرے کہ ہم نے ان راہوں کو حاصل کرنا ہے۔ جب ہم اس طرح اپنی زندگیاں گزارنے کے عہد کرتے ہوئے اس پر عمل کی کوشش کر رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کا پیار بھی حاصل کرنے والے ہوں گے۔ اس کے فضلوں کے وارث بھی بن رہے ہوں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کے امن کی ضمانت بھی بن رہے ہوں گے۔

آج تمام دنیا میں جو معاشرے میں فساد نظر آ رہا ہے، کہیں خودکش بم حملے ہو رہے ہیں، کہیں معصوم جانیں ٹرینوں میں ضائع کی جا رہی ہیں، کہیں ہوٹل تباہ کئے جا

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگیوں اوران کے اخلاص وفدائیت، عبادات میں شغف، راہ مولا میں دی گئی قربانیوں اوراخلاق حسنہ کا نہایت ایمان افروز تذکرہ اوراس حوالہ سے ان کے پاک نمونوں کو اپنانے کے لئے افراد جماعت کو نہایت اہم نصائح

مکرمہ عریشہ ڈیفن تھالر صاحبہ اہلیہ مکرم فہیم ڈیفن تھالر صاحب آف ہالینڈ کی بینن میں وفات۔ مرحومہ وہاں یتامیٰ کی خبر گیری کے لئے قائم ادارہ دارالاکرام کی انچارج تھیں۔ مرحومہ کے اخلاص و وفا اور خصائل حمیدہ کا تذکرہ اورنماز جنازہ غائب۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 22/دسمبر 2017ء بمطابق 22/فتح 1396 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

گزشتہ خطبہ میں مَیں نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی شان، ان کے فضائل اور ان کے نمونوں کے حوالے سے بعض صحابہ کی زندگیوں کے حالات بیان کئے تھے۔ اَور بھی بیان کرنا چاہتا تھا لیکن وقت کی وجہ سے بیان نہیں کر سکا۔ بعد میں لوگوں کے خطوط سے مجھے احساس ہوا کہ کم از کم جو نوٹس میں نے لئے تھے وہ بیان کر دوں تا کہ جہاں صحابہ کے حالات کا علم ہو، ان کی قربانیوں کا علم ہو، وہاں ہمیں ان کے نمونوں کو اپنانے کی طرف توجہ بھی پیدا ہو۔ لہٰذا آج میں اسی حوالے سے پھر بات کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی ابوعبیدۃ بن الجراح تھے۔ ایک صحابی ہونے کی حیثیت سے یقیناً اُن کا ایک مقام تھا۔ بہت ساری خصوصیات کے حامل تھے۔ لیکن آپ کے امین ہونے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سند عطا کی ہے اس کا روایت میں یوں ذکر ملتا ہے کہ نجران کے وفد نے جب نجران والوں سے کسی کو خراج وصول کرنے کے لئے بھجوانے کے لئے کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں تمہارے پاس ضرور ایسا شخص بھیجوں گا یعنی ایک ایسا امین جو سراسر امین ہوگا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پھر گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے کہ دیکھیں کون ہے وہ شخص جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعزاز بخش رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو عبیدۃ کھڑے ہو جائیں اور حضرت ابوعبیدۃ کو وہاں بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصۃ اہل نجران حدیث 4380)

ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک اُمّت کا ایک امین ہوتا ہے اور اے میری اُمّت ہمارے امین عبیدۃ بن الجراح ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی عبیدۃ بن الجراحؓ حدیث 3744)

کتنا بڑا اعزاز ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نوازا۔ پھر غزوۂ اُحد میں آپ کے ایک ایسے واقعہ کا ذکر ملتا ہے جس نے آپ کو ایک عظیم مرتبہ عطا کر دیا۔

اُحد کی جنگ میں پہلے مسلمانوں کی جیت ہوئی۔ پھر ایک جگہ چھوڑنے کی وجہ سے کافروں نے دوبارہ حملہ کیا اور جب دشمنان اسلام کی طرف سے بڑی شدت سے پتھر پھینکے جا رہے تھے۔ جب جنگ کا پانسا پلٹا تو اس وقت پھر انہوں نے پتھر بھی پھینکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی پتھر پھینکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی شدت سے بعض پتھر لگے اور آپ کے خَود کی دو کڑیاں جو چہرے پر پہنا ہوا تھا۔ لوہے کی وہ کڑیاں تھیں جو ٹوٹ کر آپ کے رخسار مبارک میں دھنس گئیں تو حضرت ابوعبیدۃ تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار سے یہ کڑیاں نکالیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ایک کڑی کو انہوں نے اپنے دانتوں سے پکڑا اور زور سے کھینچا۔ وہ اندر کھبی ہوئی تھی تو وہ باہر نکل آئی۔ لیکن اتنا زور لگانا پڑا کہ جب وہ کڑی باہر نکلی تو جھٹکے سے ابوعبیدۃ پیچھے گرے اور اس کے ساتھ ہی آپ کا اگلا ایک دانت بھی ٹوٹ گیا۔ پھر انہوں نے دوسری کڑی کو بھی اسی طرح دانتوں میں دبا کر کھینچا تو آپ کا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا اور پھر آپ اسی طرح پیچھے گرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر وہ اتنی زور سے اتنی گہرائی سے اندر کھبی ہوئی تھیں۔ تو یہ ہے وہ عشق وفدائیت کا واقعہ جو رہتی دنیا تک ابوعبیدۃ کا ذکر زندہ رکھے گا۔ اس وقت لوگ کہا کرتے تھے اور یہ روایت میں آتا ہے کہ اگلے دو ٹوٹے ہوئے دانتوں والا اتنا خوبصورت شخص ہم نے کبھی نہیں دیکھا جتنے حضرت ابوعبیدۃ تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 218 ومن بنی فہر بن مالک... ابوعبیدۃ بن الجراحؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

عموماً دانت ٹوٹنے سے تھوڑی سی شکل میں فرق پڑ جاتا ہے لیکن کہتے ہیں ان کے دانت ٹوٹنے کے باوجود ان کی خوبصورتی میں اضافہ ہی ہوا۔

ان کی عاجزی آپس کے تعاون اور حکمت سے معاملہ کو طے کرنے کا واقعہ یوں بیان ہوتا ہے کہ ایک مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔ وہاں جا کر پتا چلا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔ ان کے لشکر میں زیادہ تر صرف اَعرابی تھے اور مہاجرین اور بڑے صحابہ کم تھے۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید مدد طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدۃ کی سرکردگی میں ایک دستہ بھجوایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدۃ کو یہ نصیحت فرمائی کہ دونوں امراء باہم تعاون سے کام کرنا۔ مگر عمرو بن عاص نے اس خیال سے کہ جو نئی کمک پہنچی تھی یہ فوج تو مدد کے لئے آئی ہے اس لئے ان کے تابع ہے۔ ابوعبیدۃ کے سپاہیوں کو براہ راست انہوں نے ہدایت دینی شروع کر دی اور حضرت ابوعبیدہ کے تحت جو بزرگ صحابہ تھے ان کے کہنے کے باوجود کہ ابوعبیدۃ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر اور آزاد طور پر فوج کا سردار بنا کر بھیجا ہے۔ اور فرمایا تھا کہ ایک دوسرے سے تعاون کر کے کارروائی کرنا کہ عمرو بن عاص بھی لشکر کے سردار ہیں۔ یہ اپنے لشکر کے سردار ہیں۔ لیکن آپس میں تعاون سے کارروائی کرنا۔ لیکن عمرو بن عاص نے کہا کہ امیر تو مَیں ہی ہوں کیونکہ پہلے مجھے بھیجا گیا ہے۔ اس موقع پر بجائے کسی بحث میں پڑنے کے حضرت ابوعبیدۃ نے کہا کہ گو کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد امیر کے طور پر بھجوایا ہے مگر ساتھ ہی باہمی تعاون کا بھی ارشاد فرمایا تھا اس لئے میری طرف سے آپ کو تعاون ہی ملے گا چاہے آپ میری بات مانیں یا نہ مانیں۔ مَیں ہر بات میں آپ کی بات مانوں گا۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد 3 صفحہ 477 عامر بن عبداللہ بن الجراحؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

پس یہ ہے موقع کی نزاکت کے لحاظ سے صحیح فیصلہ کر کے مسلمانوں کی طاقت کو مضبوط کرنے کے لئے اپنے اختیارات کو بھی چھوڑ دینا۔ یہ تعاون باہمی ہے جس کی آج مسلمانوں کو ضرورت ہے جو آج مسلمانوں کی طاقت کو ایک عظیم طاقت بنا سکتا ہے۔ کاش کہ مسلمان لیڈروں کو بھی اتنی عقل آ جائے کہ اس طرح آپس میں تعاون کریں۔

اور حکومت کو انصاف سے چلانے اور دشمن کو اپنا گرویدہ کر لینے کی بھی مثالیں حضرت ابوعبیدۃ کی ذات میں ہی ملتی ہیں۔ جب بادشاہ روم نے ملک بھر سے فوجیں جمع کر کے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے بھیجیں تو اس وقت مسلمانوں کے لشکر کے سردار ابوعبیدۃ تھے۔ مسلمانوں کو پہلے فتوحات ہوئی تھیں۔ مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ پھر ایک بڑی فوج شہنشاہ روم نے بھیجی۔ عیسائیوں کے بہت سارے علاقوں پر، شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ حضرت ابوعبیدۃ نے جرنیلوں سے مشورہ کے بعد اس وقت یہ حکمت عملی

اختیار کی کہ فی الحال بعض شہر ہمیں چھوڑ دینے چاہئیں۔ جو علاقہ مسلمان فتح کر چکے ہیں اسے چھوڑ دیا جائے لیکن یہ فتح کے بعد کیونکہ وہاں کے غیر مسلم باشندوں سے جزیہ اور خراج وصول کر چکے تھے تو اسے آپ نے یہ کہہ کر ان سب لوگوں کو واپس کر دیا کہ فی الحال ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے۔ تمہارے حقوق ادا نہیں کر سکتے اس لئے یہ رقم جو ہم نے تم سے بطور جزیہ و خراج وصول کی ہے اسے ہم واپس کرتے ہیں۔ چنانچہ مفتوحہ علاقے کے لوگوں کی رقم جو لاکھوں میں تھی واپس کر دی۔ اس انصاف اور امانت کی ادائیگی کا غیر مسلموں پر اتنا اثر ہوا کہ مقامی عیسائی باشندے مسلمانوں کو رخصت کرتے ہوئے روتے تھے اور دل سے یہ دعا کر رہے تھے کہ خدا تمہیں پھر جلد واپس لائے۔

(سیر الصحابہؓ جلد دوم صفحہ 129 سیرت ابوعبیدۃ بن الجراحؓ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی 2004ء)

(فتوح البلدان (بلاذری) صفحہ 87، 83 یوم یرموک مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

یہ تھے وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر عدل و انصاف کے وہ معیار قائم کئے جن کا تصور بھی نہ پہلے کوئی کر سکتا تھا اور نہ اب کر سکتا ہے۔ آج دنیا کے امن کی ضمانت یہ عدل اور انصاف اور امانت کا حق ادا کرنے سے ہی ہو سکتی ہے نہ کہ بڑی حکومتوں کا چھوٹی حکومتوں کو مجبور کرنا کہ ہماری مرضی کے مطابق چلو ورنہ ہم تمہارے خلاف کارروائی کریں گے۔ اور نہ ہی یہ ہے جو اکثر مسلمان ملکوں میں ہو رہا ہے کہ عوام سے ٹیکس وصول کر کے پھر ان پر خرچ کرنے کی بجائے اکثر لیڈر اپنے خزانے بھر رہے ہیں اور نعرہ حُبِّ رسول کا اور صحابہ کی محبت کا لگاتے ہیں۔

پھر حضرت عباسؓ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ فیاضی اور صلہ رحمی میں مشہور تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عباس قریش میں سے سب سے زیادہ سخی اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ اس بات کو سن کر حضرت عباس نے ستر غلام آزاد کر دیئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 62 عباس بن عبدالمطلبؓ مطبوعہ دارالفکر بیروت 2003ء)

یہ تھے ان لوگوں کی سخاوت کے معیار۔

پھر حضرت جعفرؓ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت علیؓ کے سگے بھائی تھے۔ انہوں نے بھی ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی اور مکّہ میں حالات کی وجہ سے حبشہ ہجرت کی۔ مکہ والوں کو جب علم ہوا تو انہوں نے اپنے دو سرداروں کو بہت سے تحائف دے کر حبشہ بھیجا اور وہاں کے سرداروں وغیرہ کے لئے اس پیغام کے ساتھ تحفے بھیجے کہ ہمارے کچھ ناسمجھ نوجوان اپنا دین چھوڑ کر یہاں تمہارے ملک میں آ گئے ہیں اور تمہارا دین بھی انہوں نے اختیار نہیں کیا۔ بالکل نیا دین ہے اور اس ذریعہ سے انہوں نے سرداروں کے ذریعہ سے، بڑے لوگوں کے ذریعہ سے ان کو تحفے دے کر یہ سفارش کروانا چاہی کہ شاہ حبشہ سے ہماری ملاقات کروا دو اور اسی طرح بادشاہ کے لئے بھی بہت سے تحائف لے کر گئے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ بادشاہ کو تحائف بھی انہوں نے دیئے۔ بہر حال نجاشی نے جو شاہ حبشہ تھے ان کافروں کی یا مکہ کے نمائندوں کی بات سننے کے بعد مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا۔ مسلمان بڑی پریشانی کے عالم میں گئے کہ پتا نہیں ہم سے کیا سلوک ہوتا ہے۔ نجاشی نے ان سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔ نہ ہی تم نے کسی پہلی اُمّت کا دین اختیار کیا ہے اور نہ ہمارا یعنی عیسائیت۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کی اور کہا کہ اے بادشاہ ہم جاہل قوم تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ بدکاری کرنا اور رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنا ہمارا معمول تھا۔ ہم میں سے طاقتور کمزور کو دبا لیتا تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول مبعوث فرمایا جس کی شرافت اور صدق و امانت اور پاکدامنی اور خاندانی نجابت سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں خدا تعالیٰ کی توحید اور عبادت کی طرف بلایا اور یہ تعلیم دی کہ ہم خدا کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ نہ ہی بتوں کی پرستش کریں۔ اس نے ہمیں صدق و امانت، صلہ رحمی، پڑوسیوں سے حسن سلوک اور بلا وجہ لڑائی اور خون بہانے سے منع کیا۔ بے حیائیوں سے بچنے کا کہا۔ جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے اور پاک دامنوں پر الزام لگانے سے منع کیا۔ ہمیں حکم دیا کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں۔ ہم نے اسے قبول کیا اور اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اس بات کی وجہ سے ہماری قوم ہمارے خلاف ہو گئی اور ہمیں اذیتیں دیں۔ تکلیفوں میں ڈالا۔ اور جب انتہا ہو گئی تو ہم اپنا ملک چھوڑ کر آپ کی پناہ میں آ گئے ہیں کیونکہ آپ کے عدل و انصاف کا شُہرہ سنا تھا۔ اے بادشاہ ہم امید رکھتے ہیں کہ اس ملک میں ہم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ نجاشی اس سے بڑا متأثر ہوا اور کہا کہ تمہارے رسول پر جو کلام اترا ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ پڑھ کر سناؤ۔ اس پر انہوں نے سورۃ مریم کی کچھ آیات پڑھیں اور اس خوش الحانی سے پڑھیں کہ نجاشی رونے لگا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ خدا کی قسم لگتا ہے یہ کلام اور موسیٰ کا کلام ایک ہی سرچشمہ سے ہیں۔ اور مکہ کے سفیروں کو کہا کہ میں تمہیں یہ لوگ واپس نہیں کروں گا۔ یہ اب یہیں رہیں گے۔ مکہ کے ان سفیروں نے مشورہ کے بعد یہ ترکیب کی کہ بادشاہ کو کہا کہ یہ لوگ عیسیٰ کو عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق نہیں مانتے اور اس کا درجہ کم کرتے ہیں۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں عقیدہ پوچھا۔ اس پر حضرت جعفرؓ نے کہا کہ اس بارے میں ہمارے نبی پر یہ کلام اترا ہے کہ عیسیٰ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے جو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم کو عطا فرمایا۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ حضرت عیسیٰ کا مقام اس تنکے سے زیادہ نہیں جو تم نے بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو کہا کہ یہاں تمہیں مکمل آزادی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ 539 تا 541 مسند جعفر بن ابی طالبؓ حدیث 1740 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

آپ کی حکمت، فراست اور علم نے مسلمانوں کو وہاں رہنے کے سامان مہیا فرما دیئے۔

ایک صحابی مُصعبؓ بن عمیر تھے۔ ان کی والدہ بڑی مالدار تھیں۔ بڑے امیر لوگ تھے۔ بڑے ناز و نعم میں پلے بڑھے تھے۔ بڑا اعلیٰ لباس پہنا کرتے تھے۔ بڑے خوبصورت جوان تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 62 مصعب بن عمیرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ حضرت مُصعب کو آسائش کے زمانہ میں بھی مَیں نے دیکھا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد بھی دیکھا ہے۔ آپ نے راہ مولیٰ میں بڑے دکھ برداشت کئے۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہی نوجوان جو بڑے ناز و نعم میں پلا بڑھا تھا اس کی سختیوں کی وجہ سے یہ حالت تھی کہ جسم سے جلد اس طرح اترتی تھی جس طرح سانپ کی کینچلی اترتی ہے۔ (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 388 مصعب بن عمیرؓ مطبوعہ دارالفکر بیروت 2003ء)

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُصعب کو اس حالت میں دیکھا کہ مجلس میں آئے تو پیوند شدہ کپڑوں میں۔ کپڑے کے پیوند بھی نہیں تھے۔ پیوند بھی چمڑے کے لگے ہوئے تھے۔ جو چمڑہ کہیں سے، کسی سے ملا وہی کپڑوں پہ، لباس پر پیوند لگا لیا۔ صحابہ نے ان کی شان و شوکت پہلے دیکھی ہوئی تھی۔ اس لئے بہت ساروں نے ان کی یہ حالت دیکھ کر سر جھکا لیا کیونکہ وہ ان کی مدد کرنے سے بھی معذور تھے۔ جب مجلس میں آ کر حضرت مُصعب نے سلام کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دلی محبت سے سلام کا جواب دیا اور اس امیر شخص کی پہلی حالت اور موجودہ حالت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ الحمد للہ۔ دنیاداروں کو ان کی دنیا نصیب۔ میں نے مُصعب کو اس زمانے میں بھی دیکھا ہے جب شہر مکہ میں ان سے بڑھ کر کوئی صاحب ثروت نہیں تھا۔ یہ ماں باپ کی عزیز ترین اولاد تھی اور اسے کھانے پینے کی ہر اعلیٰ نعمت میسر تھی۔ مگر خدا کے رسول کی محبت نے اسے اس حال میں پہنچایا ہے اور جب اس نے وہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا تو پھر خدا نے اس کے چہرہ کو نور عطا کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 62 مصعب بن عمیرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

(کنز العمال جلد 13 صفحہ 582 حدیث 37494 مصعب بن عمیرؓ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء)

حضرت مُصعبؓ کو تبلیغ کرنے کا بھی خوب ملکہ تھا۔ بڑے پیار سے تبلیغ کرتے تھے اور تبلیغ کرنے والوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر میری باتیں پسند آئیں تو سنو۔ نہ پسند آئیں تو نہ سنو۔ اٹھ کے چلے جاؤ۔ اور اس طرح مدینہ کے اجنبی لوگوں تک پیغام حق آپ نے پہنچایا۔ اور بہت سارے لوگ آپ کی تبلیغ کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 311 العقبۃ الاولیٰ... اسعد بن زرارہ ومصعب بن عمیرؓ... الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت سعدؓ بن ربیع ایک انصاری صحابی تھے۔ جب مدینہ میں ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤاخات کا سلسلہ قائم کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عبدالرحمن بن عوف کا بھائی بنایا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ خوب مہمان نوازی کی اور پھر کہا کہ اس اخوت کے رشتے کو بڑھانے کے لئے میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی آدھی جائیداد آپ کو دے دوں اور پھر یہاں تک کہا کہ میری دو بیویاں ہیں جسے آپ چاہیں مَیں طلاق دے دیتا ہوں۔ آپ اس سے شادی کریں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی بھی کیا مومنانہ شان تھی۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری دولت، تمہاری جائیداد، تمہاری بیویاں تمہیں مبارک ہوں۔ اللہ ان میں برکت ڈالے۔ اور کہنے لگے کہ مَیں تو ایک تاجر آدمی ہوں۔ اپنا گزارہ کر لوں گا تم صرف مجھے بازار کا رستہ بتا دو اور تمہارے جذبات کا بہت بہت شکریہ۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب اخاء النبی ﷺ بین المھاجرین والانصار حدیث 3781-3780)

اس طرح انہوں نے تجارت کی اور ایک وقت تھا کہ وہ بڑے امیر تاجروں میں شمار ہوتے تھے۔ لاکھوں کروڑوں کی ان کی آمد ہو گئی۔

حضرت سعد بن ربیع جنگ اُحد میں بھی شامل ہوئے تھے اور اس میں شہید ہوئے۔ ان کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ اُبَی بن کعب کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ سعد بن ربیع کا پتا کرواسے دشمنوں میں گھرے ہوئے میں نے جنگ کے دوران دیکھا تھا۔ تو کہتے ہیں میں سعد کو آوازیں دیتا ہوا نکلا۔ جب سعد تک پہنچے تو دیکھا کہ وہ زخموں سے چُور ہیں اور ایک جگہ پڑے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں مَیں نے انہیں کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور حال پوچھا ہے۔ حضرت سعدؓ نے جواب میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا بھی سلام کہنا اور عرض کرنا کہ مجھے نیزوں اور تیروں کے شدید زخم پہنچے ہیں۔ بظاہر بچنا ممکن نہیں لگتا۔ اور یہ کہنا کہ یا

رسول اللہ! جتنے خدا کے پہلے نبی گزرے ہیں، ان کی آنکھیں جتنی اپنی قوم سے ٹھنڈی ہوئیں خدا تعالیٰ ان سے بڑھ کر آپ کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی کرے۔ اور میری قوم کو سلام کے بعد یہ کہنا کہ جب تک خدا کا رسول تمہارے اندر موجود ہے اس امانت کی حفاظت کرنا تم پر فرض ہے۔ یاد رکھو جب تک ایک شخص بھی تمہارے اندر زندہ موجود ہے اگر تم نے اس امانت کی حفاظت میں کوئی کمی دکھائی تو قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ یہ پیغام دے کر آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 214 سعد بن الربیع الانصاریؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت اُسَید بن حُضَیر انصاری ان کو حضرت مُصعب کے ذریعہ اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی۔ ان کے روحانی مقام کے بارے میں روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میری تین حالتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک حالت بھی مجھ پر طاری رہے تو میں اپنے آپ کو اہل جنت میں سے سمجھوں گا۔ پہلی بات یہ کہ جب میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں یا کوئی اور تلاوت کرے اور میں سن رہا ہوں تو اس وقت قرآن کریم سن کر مجھ پر جو خشیت کی حالت طاری ہوتی ہے اگر وہ ہمیشہ رہے تو میں اپنے آپ کو جنتیوں میں شمار کروں۔ دوسری بات یہ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے ہیں اور میں انتہائی توجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سنتا ہوں تو اس وقت میری جو حالت ہوتی ہے اگر وہ دائمی ہو جائے تو میں جنتیوں میں سے ہو جاؤں۔ کہتے ہیں تیسرے یہ کہ جب میں کسی جنازے میں شامل ہوں تو میری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا یہ جنازہ میرا ہے اور مجھ سے پُرسش ہو رہی ہے۔ اگر یہ حالت مستقل رہے جو خوف کی حالت ہے تو میں جنتیوں میں اپنے آپ کو شمار کروں۔ (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 378 حدیث 15706 کتاب المناقب باب ماجاء فی اسید بن حضیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

بہرحال یہ ان کی کمال خشیت الٰہی کی علامت ہے اور یہی حالت ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتی رہتی ہے اور انسان پھر نیک اعمال کی کوشش بھی کرتا رہتا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ یاد رہتا ہے۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ یاد رہتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ ہر دفعہ ان کی ایسی حالت ہونا کہ یہ ہو تو میں اہل جنت میں شمار ہوں۔ جب مختلف صورتیں پیدا ہوئیں تو ہر دفعہ ان کی جو یہ حالت ہوتی ہے یہ بات ہی ثابت کرتی ہے کہ وہ یقیناً جنتیوں میں سے تھے اور خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے تھے۔

ان کی ایک خصوصیت عبادت اور نماز سے گہری محبت ہے۔ اپنے محلے کی مسجد کے امام تھے۔ بیماری میں بھی مسجد میں نماز کے لئے آیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ جب کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل تھا تب بھی مسجد آ کر بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 307 اسید بن حضیرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)۔ تا کہ نماز باجماعت کا ثواب نہ چھوٹے۔ یہ تھی ان لوگوں کی حالت اور ہمارے لئے ان عبادت گزاروں کے یہ نمونے ہیں۔

آپ کی رائے بھی بڑی صائب ہوتی تھی۔ بڑے اعلیٰ قسم کے مشورے دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اُسَید کی رائے آنے کے بعد فرماتے تھے کہ اب اختلاف مناسب نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا وقت بھی انہوں نے پایا۔ حضرت عمر کی خلافت کے دوران یہ فوت ہوئے اور خلافت سے غیر معمولی اطاعت کا عملی نمونہ دکھایا۔ آپ اوس قبیلے کے سردار تھے۔ اپنے قبیلے کو کہا کہ کوئی دوسرا قبیلہ مدینہ کا اختلاف کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ ہم نے کوئی اختلاف نہیں کرنا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنی ہے۔ (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 131-130 اسید بن حضیرؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

پھر ایک انصاری صحابی اُبَیّ بن کعب تھے۔ آپ بھی عالم باعمل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچوں نمازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ نمازوں کی پابندی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بیان کرتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد آپ نے کچھ لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ وہ دو اشخاص نماز پہ نہیں آئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دو نمازیں فجر اور عشاء کمزور ایمان والوں اور منافقوں پر بڑی بھاری ہیں۔ اگر ان کو علم ہو کہ ان نمازوں کا کتنا ثواب ہے تو وہ ضرور ان نمازوں میں شامل ہوں خواہ انہیں اپنے گھٹنوں کے بل بھی آنا پڑے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 135 حدیث 21587 مسند الانصار حدیث ابی بصیر العبدیؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

فجر اور عشاء کی دو نمازوں کے بارے میں آپ نے خاص تاکید فرمائی۔

ان کی بعض مسائل کے حل کی بھی روایات ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت اُبَیّ بن کعب سے سوال کیا کہ ہمیں دوران سفر ایک چابک ملا ہے۔ اونٹوں یا گھوڑوں کو چلانے کے لئے چھانٹا ہے، چابک ہے، اس کا کیا کریں؟ حضرت اُبی نے جواب دیا کہ یہ تو ایک چابک ہے مجھے ایک دفعہ سو دینار ملے تھے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ ایک گمشدہ چیز ملی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو کہ یہ گمشدہ چیز مجھے ملی ہے جس کی ہے وہ لے لے۔ جب ایک سال کے اعلان کے بعد بھی مالک نہ آیا تو میں وہ دینار لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال اور اعلان کرو۔ چنانچہ مزید ایک سال اعلان کے بعد جب کوئی نہ آیا تو پھر حاضر ہو کر عرض کی کہ سال گزر گیا ہے کوئی نہیں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال اور اعلان کرو۔ تیسرے سال اعلان کے باوجود جب کوئی نہیں آیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چوتھی مرتبہ پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اب بیشک یہ دینار اپنے استعمال میں لے آؤ۔ (صحیح البخاری کتاب فی اللقطہ باب ھل اٰخذ اللقطۃ ... الخ حدیث 2437)

پس یہ ہیں تقویٰ کے معیار۔

ایک دفعہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مَیں جب دعا کرتا ہوں تو میرا دل کرتا ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ آپ کی ذات پر درود بھیجوں۔ اگر دعا کا چوتھا حصہ مَیں درود پڑھا کروں تو ٹھیک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا تمہارا جی چاہے درود پڑھ لو۔ چاہو تو اس سے بھی زیادہ پڑھ سکتے ہو۔ اس پر حضرت اُبی نے عرض کی کہ اگر آدھا وقت درود پڑھا کروں تو ٹھیک ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا چاہو پڑھو۔ اس سے بھی زیادہ پڑھو تو اور اچھا ہے۔ حضرت اُبی بن کعب نے عرض کی کہ اگر دو تہائی حصہ درود میں گزاروں تو ٹھیک ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا چاہو پڑھو۔ اس سے بھی زیادہ پڑھ سکتے ہو تو پڑھو۔ تب حضرت اُبَیّ نے اپنی دلی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ! میرا تو دل کرتا ہے کہ مَیں اپنی دعا میں صرف درود ہی پڑھتا رہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اگر تم اپنی دعاؤں کا زیادہ حصہ درود پڑھتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ہمّ و غم کا خود متکفل ہو جائے گا۔ تمہارے گناہ بخشے جائیں گے اور یہ بات خدا تعالیٰ کے نزدیک تمہارے بلند درجات کا موجب ہوگی۔ (سنن الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب فی الترغیب بذکر اللہ... حدیث 2457)

آپ کو قرآن شریف سے بھی بہت محبت تھی۔ آپ کثرت سے تلاوت کرتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 260 ومن بنی عمرو... ابی بن کعبؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

آپ کی امانت و دیانت بھی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ آپ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا اور مدینہ کے قریبی قبائل بنی عذرہ اور بنی سعد میں بھجوایا۔ کہتے ہیں کہ میں نے وہاں جا کر زکوٰۃ وصول کی۔ واپسی پر مدینہ کے قریب ایک ایسے مخلص شخص سے واسطہ پڑا جس کے تمام اونٹوں پر ایک ایک سالہ اونٹنی زکوٰۃ بنتی تھی۔ اس کے پاس اونٹ تھے اور ان کی زکوٰۃ ایک ایک سالہ اونٹنی بنتی تھی۔ میں نے اسے کہا کہ ایک سالہ اونٹنی زکوٰۃ دے دو۔ اس نے کہا کہ ایک سالہ اونٹنی لے کر آپ کیا کریں گے؟ اس پر تو نہ سوار ہوا جا سکتا ہے نہ بوجھ لادا جا سکتا ہے۔ میں آپ کو زکوٰۃ میں بڑی عمر کی خوبصورت جوان اونٹنی دیتا ہوں جو کسی کام بھی آئے۔ حضرت اُبی بن کعب کہنے لگے کہ میں نے اسے کہا کہ میں تو محض ایک امین ہوں اور امانت اکٹھی کرنے آیا ہوں۔ میں یہ نہیں کر سکتا کہ بڑی اونٹنی لوں۔ دوسری طرف وہ شخص جو اخلاص والا تھا وہ اصرار کر رہا تھا کہ بڑی عمر کی اونٹنی لے لیں۔ اس پر حضرت اُبی نے کہا پھر تم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہو کر بات کر لو اور اونٹنی پیش کر دو۔ چنانچہ وہ صحابی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور تمام بات بیان کی اور کہا یہ بڑی اونٹنی قبول فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قربانی پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا اگر تم دلی خوشی سے یہ اونٹنی دینا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بہترین اجر دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 140-139 حدیث 21603 مسند ابی بن کعبؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت اُبَیّ بڑے علمی آدمی بھی تھے۔ قرآن کریم کا بھی ان میں خوب علم تھا۔ ان کی مجالس میں خوب علمی باتیں ہوتی تھیں۔ غرض کہ ان کا ایک مضبوط مقام تھا اور ان کا بلند مقام تھا اور ان صحابہ کے بلند مقام ہی ہیں جن کا فیض آج بھی جاری ہے اور ہم ان کی باتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کیا بات تھی کہ جس کے ہونے سے صحابہ نے اس قدر صدق دکھایا اور انہوں نے نہ صرف بُت پرستی اور مخلوق پرستی ہی سے منہ موڑا بلکہ درحقیقت ان کے اندر سے دنیا کی طلب ہی مسلُوب ہو گئی اور وہ خدا کو دیکھنے لگ گئے۔ وہ نہایت سرگرمی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہر ایک ان میں سے ابراہیم تھا۔ انہوں نے کامل اخلاص سے خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے وہ کام کئے جس کی نظیر بعد اس کے کبھی پیدا نہیں ہوئی اور خوشی سے دین کی راہ میں ذبح ہونا قبول کیا۔ بلکہ بعض صحابہ نے جو یکلخت شہادت نہ پائی تو ان کو خیال گزرا کہ شاید ہمارے صدق میں کچھ کسر ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں اشارہ ہے مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ (الاحزاب:24)۔ یعنی بعض تو شہید ہو چکے تھے اور بعض منتظر تھے کہ کب (ان کو) شہادت نصیب ہو''۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''اب دیکھنا چاہئے کہ کیا ان لوگوں کو دوسروں کی طرح حوائج نہ تھے اور اولاد کی محبت اور دوسرے تعلقات نہ تھے مگر اس کشش نے ان کو ایسا مستانہ بنا دیا تھا کہ دین کو ہر ایک شئے پر مقدم کیا ہوا تھا''۔ (ملفوظات جلد 6

صفحہ138-137۔ایڈیشن1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’مکہ میں بیٹھ کر جومومنین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی تھی جس حمایت میں کوئی دوسری قوم کا آدمی ان کے ساتھ شریک نہیں تھا اِلَّا شاذ و نادر۔ وہ صرف ایمانی قوت اور عرفانی طاقت کی حمایت تھی۔ نہ کوئی تلوار میان سے نکالی گئی تھی اور نہ کوئی نیزہ ہاتھ میں پکڑا گیا تھا بلکہ ان کو جسمانی مقابلہ کرنے سے سخت ممانعت تھی۔صرف قوت ایمانی اورنور عرفان کے چمکدار ہتھیار اوران ہتھیاروں کے جوہر جوصبر اور استقامت اور محبت اور اخلاص اور وفا اور معارف الٰہیہ اور حقائق عالیہ دینیہ ان کے پاس موجود تھے لوگوں کو دکھلاتے تھے۔گالیاں سنتے تھے۔جان کی دھمکیاں دے کر ڈرائے جاتے تھے۔اور سب طرح کی ذلّتیں دیکھتے تھے پر کچھ ایسے نشّۂ عشق میں مدہوش تھے کہ کسی خرابی کی پرواہ نہیں رکھتے تھے اور کسی بلا سے ہراساں نہیں ہوتے تھے۔ دنیوی زندگی کے رُو سے اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا رکھا تھا جس کی توقع سے وہ اپنی جانوں اورعزتوں کو معرضِ خطر میں ڈالتے اور اپنی قوم سے پرانے اور پُرنفع تعلقات کوتوڑ لیتے۔اُس وقت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنگی اور عُسر اور کس نپرسد اور کس نشنا سد کا زمانہ تھا اور آئندہ کی امیدیں باندھنے کے لئے کسی قسم کے قرائن وعلامات موجود نہ تھے۔سو انہوں نے اس غریب درویش کا (جو دراصل ایک عظیم الشان بادشاہ تھا) ایسے نازک زمانے میں وفاداری کے ساتھ محبت اورعشق سے بھرے ہوئے دل سے جو دامن پکڑا جس زمانے میں آئندہ کے اقبال کی تو کیا امید، خود اس مرد مصلح کی چندروز میں جان جاتی نظر آتی تھی۔ یہ وفاداری کا تعلق محض قوت ایمانی کے جوش سے تھا جس کی مستی سے وہ اپنی جانیں دینے کے لئے ایسے کھڑے ہو گئے جیسے سخت درجہ کا پیاسا چشمۂ شیریں پر بے اختیار کھڑا ہوجاتا ہے۔‘‘(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد3 صفحہ152-151 حاشیہ)

سرّ الخلافۃ میں آپ فرماتے ہیں۔(عربی ہے اس کا ترجمہ بھی مَیں پڑھ دیتا ہوں۔)

اِعْلَمُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اَنَّ الصَّحَابَۃَ کُلَّھُمْ کَانُوْا کَجَوَارِحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفَخْرَ نَوْعِ الْاِنْسَانِ فَبَعْضُھُمْ کَانُوْا کَالْعُیُوْنِ وَبَعْضُھُمْ کَانُوْا کَالْآذَانِ وَبَعْضُھُمْ کَالْأَیْدِیْ وَبَعْضُھُمْ کَالْأَرْجُلِ مِنْ رَّسُوْلِ الرَّحْمَانِ وَکُلَّ مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ أَوْ جَاھَدُوْا مِنْ جَھْدٍ فَکَانَتْ کُلُّھَا صَادِرَۃً بِھٰذِہِ الْمُنَاسَبَاتِ وَکَانُوْا یَبْغُوْنَ بِھَا مَرْضَاۃَ رَبِّ الْکَائِنَاتِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (سرالخلافۃ، روحانی خزائن جلد8 صفحہ341)

اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔جان لو کہ سارے کے سارے صحابہ رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء اور جوارح کی طرح تھے اور نوع انسان کے فخر تھے۔خدائے رحمان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان میں سے بعض آنکھوں جیسے تھے۔بعض کانوں کی طرح اور بعض ان میں سے ہاتھوں کی مانند اور بعض پاؤں کی طرح تھے۔ان صحابہ نے جو بھی کام کئے یا جو بھی سعی فرمائی وہ سب کچھ ان اعضاء کی مناسبت سے صادر ہوئے اور ان کی غرض اس سے محض ربِ کائنات ربّ العالمین کی رضا جوئی تھی۔

(سرّ الخلافۃ۔روحانی خزائن جلد8 صفحہ341)

اللہ تعالیٰ ان روشن ستاروں کے نمونوں پر چلتے ہوئے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا بنائے اور ہمارا بھی ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا جُوئی کے لئے ہو۔

نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرمہ عریشہ ڈیفن تھالر صاحبہ اہلیہ فہیم ڈیفن تھالر صاحب ہالینڈ کا ہے جو آجکل بینن میں تھیں۔ 11ر دسمبر کو بینن میں ہی اچانک ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے 62 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک بنک میں ملازمت کرتی تھیں۔2002ء میں ان کی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی منظوری سے فہیم ڈیفن تھالر صاحب جو ڈچ احمدی ہیں ان سے ہوئی۔اس وقت مرحومہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن جماعت کے بارے میں دلچسپی رکھتی تھیں۔ شادی کے بعد انہوں نے رمضان کے مہینہ میں تجربہ کے طور پر روزے بھی رکھے۔فہیم صاحب جو اُن کے خاوند ہیں یہ بھی ڈچ احمدی ہیں۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ اسی دوران ایک دفعہ جبکہ ہم باتیں کر رہے تھے تو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ میں سمجھا کہ میں نے کوئی سخت بات کہہ دی ہے۔ بعد میں مرحومہ نے بتایا کہ وہ اپنا اور احمدیت کا موازنہ کر رہی تھیں اور پھر یہ سمجھ کر کہ مجھ میں اور احمدیت میں بہت زیادہ فرق ہے مَیں تو کبھی بھی احمدی مسلم نہیں بن سکتی۔تو اس محرومی کے احساس نے مجھے رُلا دیا تھا۔فہیم صاحب کے ساتھ گیمبیا کے دورے پر گئیں تو وہاں انہوں نے جماعت کے کاموں کو دیکھا اور اس کا ان پر بڑا اچھا اثر ہوا اور اس کے بعد پھر وہاں فہیم صاحب نے ان کو بیعت فارم دیا تو بیعت فارم پڑھا، شرائط بیعت پڑھیں، جو اس پر لکھی ہوئی تھیں۔ پہلے تو مرحومہ نے کہہ دیا کہ میں اس پر کبھی دستخط نہیں کر سکتی لیکن پڑھنے کے بعد انہوں نے جلد ہی 18ر مارچ 2006ء کو بیعت فارم پُر کر دیا اور اسی وقت بیعت کا خط بھی مجھ کو لکھا۔خلافت سے مرحومہ کی بہت محبت تھی۔ جماعت کے کاموں میں اپنے میاں کی مدد کرتی تھیں۔ وہ جماعت ہالینڈ کے پریس سیکرٹری بھی تھے۔ اور ترجمہ میں ان کی مدد بھی کیا کرتی تھیں۔ پھر جب وصیت کی تحریک ہوئی اور وصیت کی تحریک کا ان کو پتا لگا۔میرا خطبہ سنا تو انہوں نے جلد ہی وصیت بھی کر لی۔2009ء میں مرحومہ اپنے شوہر مکرم فہیم صاحب کے ساتھ وقف کر کے ہیومینیٹی فرسٹ کے تحت بننے والے یتیم خانے کا بندوبست سنبھالنے کے لئے بینن (مغربی افریقہ) چلی گئیں۔ بظاہر یہ ایک جذباتی فیصلہ لگتا تھا کیونکہ مرحومہ کی بینک میں بڑی اچھی نوکری تھی اور اس کو چھوڑ کے گئی تھیں۔مربی انچارج ہالینڈ نے کہا کہ میں نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ افریقہ کے حالات اتنے بڑے آرام دِہ نہیں ہیں تا کہ ذہنی طور پر تیار ہوں تو مرحومہ نے کہا مربی صاحب مجھے یہ سب نہ بتائیں۔ مَیں نے بڑا سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔ان کے رشتہ داروں نے بھی انہیں کہا کہ آپ افریقہ چلی گئی ہیں اور انہوں نے سمجھا کہ وہاں جماعت احمدیہ بھی کوئی کمپنی کی طرح ہے کہ کمپنیوں کا دیوالیہ ہو جاتا ہے تو اس کے بعد کچھ نہیں رہتا تو تم بھی یہ نہ ہو کہ وہاں جا کر پھر نہ اِدھر کی رہو نہ اُدھر کی رہو۔ بڑا پختہ ایمان تھا تو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو، عیسائیوں کو جواب دیا کہ تمہیں اس بات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جماعت ایک کمپنی کی طرح نہیں ہے جو کبھی دیوالیہ ہو جائے۔ یہ کبھی دیوالیہ نہیں ہو سکتی۔اور جہاں تک میرا تعلق ہے اگر میں فوت ہو گئی تو میں اس بات کو پسند کروں گی کہ اسی یتیم خانے میں دفن کی جاؤں۔ مرحومہ جو یورپی معاشرے کی پلی بڑھی تھی اور بڑی اچھی نوکری بھی تھی اس کے باوجود افریقہ میں انہوں نے بڑے مشکل حالات میں بڑے احسن رنگ میں اپنا وقف نبھایا اور بڑی ذمہ داری سے اپنے فرائض انجام دیئے۔

نمازوں کی پابند تھیں۔ جب سے احمدی ہوئیں باقاعدہ نمازیں پڑھنے والی تھیں۔ پھر تہجد گزار بھی بن گئیں۔کبھی نماز نہیں چھوڑتی تھیں بلکہ دوسروں کو بھی وقت پر نماز پڑھنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔خطبہ بڑی باقاعدگی سے اور توجہ سے سنتی تھیں اور جو جو باتیں اگر نصیحت والی ہیں تو تمام باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتیں۔اسلام اور احمدیت سے محبت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب دیگر احباب جو احمدی تھے ان کو دیکھتیں کہ اسلامی تعلیمات پر پوری طرح عمل نہیں کرتے تو بڑی غمزدہ ہو جایا کرتی تھیں کہ کیوں یہ لوگ احمدی ہونے کے باوجود اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔ قرآن کریم کی باقاعدگی سے تلاوت کرتیں اور ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرتیں۔ان کی اولاد نہیں تھی۔یتیم خانے کی انچارج تھیں۔انہوں نے ان کو اپنے بچے سمجھا۔ احمد یحییٰ صاحب ہیومینیٹی فرسٹ کے جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہاں کا یتیم خانہ ’دارالاکرام‘ جو جماعت چلا رہی ہے اُسے دیکھنے کا موقع ملا تو اس وقت ’دارالاکرام‘ میں دو ماہ سے لے کر بارہ سال کی عمر تک کے بچے تھے۔ گو کہ سٹاف موجود تھا لیکن دو ماہ کی یتیم بچی ہر وقت اُن کی گود میں ہی مَیں نے دیکھی۔کسی بچے کی طبیعت ٹھیک نہ ہوتی تو بڑی فکرمندی سے اس کی خاص خوراک اور دوائی کا انتظام کرتیں۔ اگر بچے کی تعلیمی رپورٹ میں کوئی توجہ طلب بات ہوتی تو اس کو مختلف طریقوں سے بہتر کرنے کے لئے بڑی فکرمندی کا اظہار کرتیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے جب بھی ان سے کسی ذاتی ضرورت کے حوالے سے دریافت کیا کہ کوئی ضرورت ہو تو بتائیں تو ان کا یہی جواب ہوتا تھا کہ ہم تو وقف ہیں۔ہم نے وقف کیا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ کے بہت شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں توفیق دی ہے اور یتیم بچوں کی خدمت کا ہمیں موقع ملا ہوا ہے اور ہم بہت خوش ہیں۔ ہمارے لئے کوئی فکر نہ کریں۔لیکن اگر ادارے کے انتظام کا کوئی معاملہ ہوتا، اس کی بہتری کا معاملہ ہوتا تو فوراً توجہ دلاتیں۔ اسی طرح اطہر زبیر صاحب جو ہیومینیٹی فرسٹ جرمنی کے چیئرمین ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کے خاوند فہیم صاحب نے بتایا کہ شروع سے ان کو لاٹری کھیلنے کا بڑا شوق تھا۔ یورپ میں لاٹری کا بڑا رواج ہے۔ جب ان کو بتایا گیا کہ اسلام میں اس کی ممانعت ہے تو فوراً اس کو ترک کر دیا اور لاٹری میں لگانے والی رقم ہفتہ وار مسجد کے چندہ میں دینی شروع کر دی۔

پھر کہتے ہیں کہ جب میں ان سے ملتا تو میرے دوروں کے بارے میں رپورٹیں لیتیں۔ ڈاکٹر اطہر زبیر صاحب جرمنی کے دوروں میں ہمارے ساتھ رہا کرتے تھے، تو کہتے ہیں کہ باتیں سن کے، واقعات سن کے، بڑی جذباتی ہو جایا کرتی تھیں۔ بڑی مہمان نواز تھیں۔ وہاں کے لوگوں سے بڑا پیار اور عزت سے پیش آیا کرتی تھیں۔اسی محبت کی وجہ سے بینن میں جہاں وہ رہتی تھیں ان کے محلّے کے تمام لوگ ان کو ’ماما‘ کہتے تھے اور اپنے ذاتی معاملات میں ان سے مشورے کیا کرتے تھے۔بینن کے امیر جماعت لکھتے ہیں ان کو اپنے چندہ کی بڑی فکر ہوتی تھی۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ چندہ ادا کیا کرتی تھیں اور پورتو نوو ریجن کے مبلغ سلسلہ سے دو تین بار اظہار کیا کہ آپ وقت پہ ہمارا چندہ آ کر وصول کر لیا کریں۔ ہمیشہ اپنا وصیت کا چندہ پہلی فرصت میں ادا کرتیں اور اب جب میں نے بیت الفتوح کی تعمیرِ نَو کی تو تحریک کی ہے اس میں انہوں نے بڑی خوشی سے حصہ لیا اور معلومات بھی چندوں کی لیتی رہتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ احمدیہ ’دارالاکرام‘ یتیم خانے میں بڑی دلجمعی اور خلوص سے کام کرتی تھیں۔شیر خوار بچوں کو اٹھائے پھرتیں۔ ان کا بڑا خیال رکھتیں۔ ان کی وفات کے ساتھ مَیں سمجھتا ہوں کہ دارالاکرام کے بچے اب یتیم ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان سے رحم و مغفرت کا سلوک فرمائے اور مزید ایسے باوفا اور وقف کی روح کو سمجھنے والے اللہ تعالیٰ جماعت کو عطا فرماتا رہے۔

☆…☆…☆

دلچسپ اور ایمان افروز واقعات

[حضرت مولوی محمد حسین صاحب المعروف سبز پگڑی والے کی تصنیف 'میری یادیں' حصہ دوم سے ماخوذ بعض دلچسپ اور ایمان افروز واقعات ذیل میں ہدیہ قارئین ہیں۔ ان واقعات سے جہاں غیر احمدیوں کی طرف سے مخالفت اور عناد کا پتہ چلتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے احمدی مبلغین اور داعیان الی اللہ کی نصرت و تائید اور ان کے اموال و نفوس میں برکت اور دشمنوں کی ذلّت و رسوائی کا بھی علم ہوتا ہے۔

(مدیر)]

....

نگلہ گھنو میں احمدیہ مسجد کی تعمیر

یوپی ہندوستان میں تقرری کے دوران میرا ہیڈ کوارٹر نگلہ گھنو تھا۔ وہاں مسجد نہیں تھی اور حضرت صاحب سے قادیان چھٹی لکھ کر تعمیر مسجد کے لئے منظوری لی تھی۔ یہ واقعہ میری کتاب ''میری یادیں'' حصہ اول میں درج ہے۔

مگر اس کا دوسرا حصّہ جس میں مسجد کی تعمیر کے لئے مستری کی ضرورت تھی وہ درج نہیں ہے اس کا تذکرہ میں یہاں کررہا ہوں۔ قریبی گاؤں میں ایک مستری رہتا تھا جو مسجدوں کے مینار بہت اچھے بناتا تھا۔ میں گھوڑی پر سوار ہوکر اسے لینے چلا گیا۔ وہاں گاؤں پہنچ کر گاؤں والوں سے پوچھا کہ اس مستری کا گھر کہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ گاؤں کے درمیان اس کا گھر ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں ایک چھوٹا سا چوک تھا وہاں ایک بریلوی پیر جی بہت بڑی ان کی داڑھی اور قریباً پچاس پچپن سال ان کی عمر تھی خود چارپائی پر بیٹھے ہوئے اور دواُن کے مرید زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے جا کر السلام علیکم کہا۔ اس پیر نے کہیں میرے بارے میں باتیں سنی ہوئی تھیں اور میرے حلیہ سے بھی باخبر تھا کہنے لگا ہم تمہیں کافر سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا جی آپ کو تو میں روک نہیں سکتا جو آپ چاہیں سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے تو السلام علیکم کہا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ (النساء:95)

اگر تمہیں کوئی سلام کہے تو یہ نہ کہنا کہ تم مومن نہیں ہو۔ وہ کہنے لگا گھر کو لے جاؤ یہ قرآن۔ گویا کہ وہ قرآن پاک پر غصّہ دکھانے لگا۔ میں گھوڑی سے اتر کر اس کے سامنے والی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا میں نے قابل اعتراض بات کیوں کرنی ہے ہم اس پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پیر جی نے اپنی ''کھڑاؤں'' اتاری اور مجھے اس طرح ماری کہ وہ میرے ڈنڈے کو لگی اور درمیان سے اس کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ پھر اسے غصّہ اور چڑھا اور دوسری 'کھڑاؤں' پاؤں سے اتار کر میرے سر پر دے ماری۔ میں چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا اور وہ کھڑاؤں لکڑی کی تھی میرے سر سے خون بہنے لگا اور مجھے میرے سر سے اس نے دبالیا۔ اسی جوش میں اس چارپائی کی ''چُول'' ٹوٹ گئی۔ وہ میرے اوپر سے ہوتا ہوا پیچھے گندے نالے میں منہ کے بل ایسا گرا کہ سارا ناک منہ اور سر اپنی چھاتی تک گند سے بھر گیا۔ کپڑے کی اس نے ٹوپی پہنی ہوئی تھی وہ پانی میں بہہ گئی۔ میں نے فوراً اپنی گھوڑی جو چارپائی کے پائے کے ساتھ باندھی ہوئی تھی کھولی اور اس پر سوار ہوگیا۔ میں نے کہا جب اسے اس کے مرید باہر نکالیں گے تو یہ نہایت گندہ غلاظت کا بھرگیا ہے اس نے مجھے پکڑ لینا ہے اور یہ مجھے بھی گندہ کرے گا۔

وہاں سے روانہ ہوا خون بہہ کر میرے کپڑوں پر کافی گرا ہوا تھا اور مسلسل گر رہا تھا۔ اللہ کی قدرت اس علاقہ میں نارائن سنگھ تھانیدار تھا۔ وہ میرا دوست بھی تھا۔ پتہ نہیں اُسے قدرت کیسے ادھر لے آئی وہ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا: مولوی صاحب سلام۔ یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا ہوگیا جو کچھ ہونا تھا اور میں نے کہا وہ سامنے دیکھ لو۔ اس پیر کو اس گند سے کھینچ کر اس کے مریدوں نے نکالا تھا۔ جب اس کا نقشہ دیکھا کہ سارا گند اس کے کپڑوں پر لگا ہوا تھا اور وہ عجیب کارٹون بنا ہوا تھا اس کی داڑھی نہ تھی بلکہ بہت بڑا داڑھا تھا سارا اکٹھا ہوا ہوا تھا اور سر کے بال بھی گند سے جڑے ہوئے تھے۔ تھانیدار بڑا حیران کہ بات کیا ہے میں نے کہا اس کے مریدوں سے پوچھ لو۔ وہ ان سے پوچھنے لگا وہ کہنے لگے کہ جی ہم تو کچھ بتا نہیں سکتے۔ میں نے کہا اچھا میں بتاتا ہوں جہاں میں غلط بیانی کروں وہیں مجھے روک دینا کہ یہ نہیں ایسا ہوا تھا۔ میں نے سارا واقعہ شروع سے اخیر تک سنا دیا کہ اس طرح میں نے السلام علیکم کہا اور بعدہٗ یہ کچھ ہوا۔ تھانیدار صاحب کو تو غصّہ چڑھ گیا کہنے لگا اس پیر کو تھانے لے جانا ہے۔ تھانیدار نے میرے خون آلود کپڑے تو دیکھ ہی لئے تھے اور ساتھ ہی اسی کے اپنے مریدوں نے گواہی بھی دے دی تھی۔ میرے بیان کی ضرورت ہی نہیں تھی وہ بھی مان گیا کہ اسی طرح ہی ہوا تھا۔

وہاں سے میں اور وہ تھانیدار اپنی اپنی گھوڑی پر دوبارہ سوار ہوئے وہ پیر دوبارہ آگے نہیں آیا اس نے دیکھا کہ تھانیدار تو مجھ سے باتیں کررہا ہے اور اس کے مریدوں نے بھی صحیح بات کی تائید کردی تھی۔ ہم وہاں سے سیدھے مستری کی طرف آئے۔ وہ تھانیدار بھی میرے ساتھ تھا اور وہ اسی کی طرف آیا تھا کیونکہ اس کی بھی کسی کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی اس نے سمجھا کہ تھانیدار میرے وارنٹ لے کر آیا ہے۔ وہ مستری گھر ہی تھا اور کھانا کھا رہا تھا۔ اس کی ایک لڑکی گھر سے باہر تھی اس سے ہم نے پوچھا کہ تمہارا ابّا کہاں ہے؟ وہ کہنے لگی کہ گھر میں روٹی کھا رہا ہے۔ ہم نے جب اس کے گھر جا کر اسے آواز دی تو اس کی بیوی آئی۔ اس نے اسے اندر جا کر بتایا کہ تھانیدار صاحب کسی کے ساتھ آئے ہیں اور بلا رہے ہیں۔ وہ اس سے کہنے لگا کہ باہر جا کر انہیں کہہ دو کہ گھر میں نہیں ہے۔ ہم نے باہر سے اونچی آواز میں اسے کہا کہ ہمیں پتہ ہے کہ تم کھانا کھا رہے ہو۔ روٹی بعد میں کھانا ہماری بات سن جاؤ۔ خیر وہ فوراً باہر آگیا۔ تھانیدار اس سے سخت ناراض کہ پہلے تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ گھر میں تم نہیں ہو۔ میں نے تھانیدار صاحب سے کہا اسے چھوڑ دو میں نے اس سے مسجد کے مینار بنوانے ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ میں تمہیں لینے آیا تھا مسجد کی تعمیر اور مینار وغیرہ بنانے تھے۔ وہ کہنے لگا کل آجاؤں گا۔ میں نے کہا اپنا سامان مجھے دے دو خود کل آجانا۔ اس سے میں نے کانڈی وغیرہ اوزار جو کچھ بھی ہوتا ہے لے لیا اور اڑھنّی اس کے ہاتھ میں پکڑا دی اور ہم واپس روانہ ہوئے۔ میں نے تھانیدار سے کہا کہ اب یہ وہیں آئے گا۔ راستہ میں کنواں آیا۔ وہاں میں نے تھانیدار سے کہا کہ میں یہ خون دھولوں لوگ کہیں گے کہ کہیں سے مار کھا کر آیا ہے۔ وہاں ہم دونوں گھوڑیوں سے اترے اور تھانیدار پانی ڈالتا گیا اور میں نے اپنا سر اور کپڑے دھولیے۔ اور اسی طرح گیلے کپڑوں کے ساتھ ہم گاؤں پہنچے۔ تھانے کے باہر سپاہی کھڑے تھے۔ میں نے تھانیدار سے کہا کہ اس کی رپورٹ نہیں کرنی اور نہ میں نے مقدمہ کرنا ہے۔ آریہ لوگوں نے تو اخبار میں لکھ دینا ہے کہ پیر اور قادیانی مولوی کا مقدمہ۔ اور یہ بات ہمیں سجتی نہیں۔ بڑا اس نے اصرار کیا کہ آپ مقدمہ لکھوائیں میں اسے گرفتار کر کے لے آؤں گا۔ میں نے کہا جو آپ کہہ رہے ہیں وہ بھی ٹھیک ہے مگر میں مقدمہ نہیں کروں گا۔ خیر میں گھر پہنچا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو وہی پیر اپنے پانچ چھ مریدوں کے ساتھ چھ میل کا پیدل سفر طے کرکے میرے پاس پہنچا۔ اور آتے ہی پیر صاحب نے اپنی پگڑی اتاری اور میرے پاؤں پر رکھ دی۔ اس وقت پگڑی باندھ کر آیا تھا جبکہ پہلے وہاں کپڑے کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی جو پانی میں بہہ گئی تھی۔ میں نے اس کی پگڑی اپنے پاؤں سے اٹھا کر اس کے سر پر رکھدی۔ مجھ سے کہنے لگا کہ مجھے معاف کردو میں نے کہا پیر صاحب میں تو وہیں معاف کر آیا تھا۔ حالانکہ تھانیدار صاحب نے بہت مجھے کہا کہ میں تمہاری رپورٹ لکھواؤں مگر میں نے نہیں لکھوائی۔

بڑا شکریہ ادا کرنے اور بہت پیار کرنے لگا۔ اس کے مرید بھی کہنے لگے کہ ہمیں آپ سے یہی امید تھی۔ بڑی خوشی ہوئی۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔

....

بھدرواہ میں احمدیوں سے بائیکاٹ کے خاتمے کا واقعہ

پہلے یہ واقعہ ''میری یادیں'' کتاب کے صفحہ 202 پر درج ہے۔

بھدرواہ میں مجھے قتل کرنے کے منصوبہ کے متعلق تھا۔ بعدہ ان کا انجام کیا ہوا اور کیسے احمدیوں سے ان لوگوں نے بائیکاٹ ختم کیا۔ بیعت کرنے والے تینوں ملازم تھے۔ ان کا بائیکاٹ کردیا گیا۔ ایک بنک میں ملازم تھا انہوں نے اسے بنک سے فارغ کردیا۔ دوسرا عبدالرحمٰن خان جنگلات کے محکمے میں ملازم تھا اسے بھی نوکری سے فارغ کردیا گیا۔ اور تیسرا عبداللہ درزی کا کام کرتا تھا یہ چونکہ اپنا کام کرتا تھا اس کے بارے میں لوگوں سے کہہ دیا کہ اس سے کوئی کپڑے نہ سلوائے۔

وہاں کے حجاموں سے کہہ دیا کہ ان سب میں سے کسی کی حجامت نہیں بنانی۔ درزی کپڑے بہت اچھے سیتا تھا بعض لوگ چوری چوری اس سے کپڑے سلوا لیتے تھے۔ باقی دونوں فارغ ہوگئے۔ بعد میں ان لوگوں نے سوچا کہ انہیں فوری فارغ نہیں کرنا چاہئے تھا ان کے بغیر جنگلات اور بینک کا کام نہیں چل سکتا۔ بہرحال تینوں کو دوبارہ اللہ نے کاموں پر بحال کروایا۔ اور تینوں کئی مہینہ تک کام کرتے رہے۔ میں نے جلسہ سالانہ پر قادیان جانا تھا اب وہاں تیرہ چودہ کے قریب احباب احمدی ہوچکے تھے۔ ایک تو غلام حیدر صاحب اور دوسرے غلام رسول صاحب تھے باقی نام اب یاد نہیں رہے اور سب معہ اہل و عیال احمدی تھے۔

وہاں کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ ہر شریف آدمی احمدی ہوتا جا رہا ہے اور یہ کام بڑھتا جا رہا ہے تو انہوں نے میٹنگ کی کہ اکیلا آدمی یہاں آیا ہوا ہے اور اس کا کام تیزی سے بڑھ رہا ہے کیوں نہ ان سب کا بائیکاٹ کردیا جائے۔ ان سب نے اچانک ہم سب کا سوشل بائیکاٹ کردیا کہ کوئی ان سے بول چال اور سلام نہ کرے اور ہر قسم کا لین دین بند کردیا۔ میں بھی چند دن بڑا حیران رہا کہ اب کیا کیا جائے لوگ تو اب سنتے ہی نہیں۔

میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک تحریک پیدا کی میں نے ان احمدی دوستوں سے مشورہ کیا کہ میں چند دنوں کے لئے کشتواڑ چلا جاتا ہوں۔ کشتواڑ بھدرواہ سے قریباً چالیس میل کے فاصلے پر تھا۔ سارا پہاڑی سفر پیدل کرنا تھا۔ ایک نوجوان میرے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ وہ کہنے لگا مولوی صاحب میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ قریباً سولہ سترہ سال اس کی عمر تھی ہم دونوں دو دن کے بعد کشتواڑ پہنچ گئے۔ ہم دونوں حیران ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے کہ اب کدھر جائیں کہاں ٹھہریں کیونکہ وہاں تو کوئی احمدی گھر تھا ہی نہیں۔

مولا کریم نے اپنا خاص فضل فرمایا وہ عجیب قدرتوں کا مالک ہے۔ وہاں ایک دوست جو احمدی نہیں تھے ان کا نام تھا محمد حیات وہ وہاں گھاس کٹوانے والوں کا افسر تھا اور ادھر ڈیوٹی پر تھا۔ جب میری ڈیوٹی جمّوں کشمیر میں تھی اس وقت وہ بھی وہیں تھا اور اس نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ میں نے جب اسے دیکھا تو السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا۔ کہنے لگا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ میں نے کہا ہمارے بیٹھنے کی یہاں جگہ کوئی نہیں ہے۔ فوراً کہنے لگا آؤ میرے ساتھ اور اپنے گھر لے گیا۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اسے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ دو راتیں اس کے پاس رہے جب تیسرا دن آیا تو اس نے بیعت کرلی اس طرح ہمیں بیٹھنے کی جگہ مل گئی۔ کوشش شروع کردی کہ اب دوسروں کو تبلیغ شروع کی جائے اس کا تفصیلی پروگرام میں نے تیار کرلیا تھا۔

ابھی ہم تیاری میں تھے کہ ڈاک خانہ سے ایک بندہ ٹیلیگرام لے کر آیا جس پر لکھا ہوا تھا کہ ''سبز پگڑی والے جو مولوی محمد حسین صاحب پنجابی ہیں ان کو ملے'' پتہ صرف یہی لکھا تھا۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ آپ ادھر آگئے ہیں اور میں ادھر لے آیا یہ اس لانے والے نے کہا۔ خیر کھول کر جب اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ اگر کھڑے ہو تو چل

اعتذار و تصحیح

الفضل انٹرنیشنل 29/دسمبر 2017ء کے شمارہ میں صفحہ 10 پر شائع ہونے والے ایک مضمون بعنوان ''ربوہ میں جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیوں کے معمار اوّل حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب مرحوم'' کے عنوان اور ''قادیان سے آنے کے بعد دارالہجرت میں... جلسہ سالانہ اور اس کی ڈیوٹیوں کو نئے سرے سے مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا ایک اہم ذمہ داری تھی'' کے الفاظ سے درج ذیل پیراگراف سے ظاہر ہو رہا ہے کہ گویا پاکستان ہجرت کے بعد سے حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب (مرحوم) افسر جلسہ سالانہ کے طور پر خدمت سرانجام دیتے رہے جو درست نہیں۔

قارئین نوٹ فرمالیں کہ انتخاب خلافت تک افسر جلسہ سالانہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تھے۔

پڑو اور اگر بیٹھے ہوئے ہو تو اٹھ کر آجاؤ بڑا ضروری کام ہے۔ کام کیا تھا وہاں ہمارے احمدیوں نے ہمارے بائیکاٹ ختم کرنے کا طریقہ نکالا تھا۔ لاہور سے ایک وفد آریوں کا بھدرواہ پہنچا اس نے جو اسلام پر اعتراض کئے تھے۔ اس وجہ سے وہاں کے مسلمان مچھلیوں کی طرح تڑپ رہے تھے۔ حضرت نبی کریمؐ پر اعتراض۔ قرآن پاک پر اعتراضات۔ اسلام پر اعتراضات۔ خدا تعالیٰ کے بارہ میں اسلامی عقیدہ پر اعتراض۔ غرضیکہ انہوں نے خوب میدان گرم کیا ہوا تھا اب وہاں کے لوگ اپنے ملّاؤں کے پاس گئے مگر وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو ایسے اعتراضوں کے متعلق کچھ علم نہیں ہے پتہ نہیں یہ کیا بکواس کرتے ہیں۔ اس پر انہوں نے ہمارے احمدی احباب سے رابطہ کیا۔ چنانچہ ان کے پیغام پر خاکسار وہاں پہنچ گیا اور جلسہ منعقد کیا۔ سب لوگ اس میں شامل ہوئے۔ آریہ لوگوں کے اعتراضات کے مکمل جواب دیئے۔ کوئی مقابل پر نہ آیا۔ مسلمان خوش ہو گئے۔ (اس جلسہ کا تفصیلی ذکر میری یادیں صفحہ 214 تا 220 پر درج ہے)

جلسہ کے بعد سب نے مجھ سے مصافحہ کیا اور بائیکاٹ ختم کر دیا۔ اس کے بعد وہاں احمدیت پھیلنی شروع ہوئی۔ اب وہاں سے خط آیا تھا کہ احمدیت اللہ کے فضل سے قریباً یک صد گھروں تک پھیل چکی ہے۔ یہ عبدالرحمٰن خان صاحب کے خط 1984ء کی بات ہے۔

....

چار نو احمدیوں کا باغ خریدنا اور اللہ تعالیٰ کا فضل

بھدرواہ میں مذکورہ چار آدمیوں کی نوکریاں ختم ہو گئی تھیں وہ مجھ سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب اب ہم کیا کریں۔ میں نے کہا کوئی فکر نہ کرو اللہ رب العالمین ہے وہ کوئی نہ کوئی سامان پیدا کر دے گا۔ کہنے لگے کہ پھر آپ بتائیں کہ ہم کیا کام کریں۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا میں نے ان سے کہا کہ سحری کے وقت جب تم آؤ گے تو فجر کی نماز کے بعد بتاؤں گا۔ رات بہت دعا کی کہ مولا کریم ان سے وعدہ کر بیٹھا ہوں اور میرے دماغ میں کوئی تجویز انہیں مشورہ دینے کے لیے نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کونسا کام کر سکتے ہیں اور کونسا نہیں۔ کوئی ایسا آسان سا کام ہو جو یہ سب مل کر کر سکیں خود راہنمائی فرما۔ یہ چار آدمی تھے عبدالرحمن خان صاحب۔ محمد عبداللہ صاحب۔ میر صاحب اور چوتھے کا نام بھول رہا ہے۔ نماز تراویح ہم پہلے وقت پڑھ لیا کرتے تھے۔ سحری کے وقت وہ آ گئے اور فجر کی نماز کے بعد سبحان اللہ پڑھ کر وہ پوچھنے لگے کہ مولوی صاحب اب آپ بتائیں۔ میں نے کہا آپ کے پاس کچھ رقم ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے دو صد روپیہ دوسرے کہنے لگے دو اڑھائی صد میرے پاس ہوں گے۔ غرضیکہ چاروں کے ملا کر قریباً چھ صد روپے بن گئے۔ میں نے کہا چاروں ہی اکٹھے جا کر سیبوں کا باغ خرید لو بغیر خریدے واپس نہ آنا۔ مہنگا ہو یا سستا اب خرید کر ہی آنا ہے۔ خیر وہ چلے گئے جو وہاں قریب کے باغ تھے سبھی بکے ہوئے تھے ایک باغ ان میں جمّوں کشمیر کے لوگوں کا تھا ان سے سودا کرنے لگے یہ انہیں تین صد روپیہ کہیں وہ ان سے آٹھ صد روپیہ مانگیں۔ بہرحال ان کا پانچ صد روپیہ میں سودا طے ہو گیا۔ سودا کر کے آدھی رقم پہلے دے آئے اور بقیہ رقم بعد میں دینے کا وعدہ کر آئے۔ وہ باغ اتنی دور تھا کہ چوتھے دن پیدل سفر کرتے ہوئے وہ میرے پاس پہنچے۔ میں نے کہا سناؤ بھئی۔ کہنے لگے باغ تو ہم خرید کر آئے ہیں مگر بہت مہنگا ملا ہے۔ وہ پہلے تین صد میں بیچ رہا تھا ہمیں دیکھ کر وہ اٹک گئے اور ہمیں پانچ صد روپیہ میں ملا ہے۔ چونکہ آپ نے کہا تھا کہ خالی ہاتھ واپس نہیں آنا۔ اس کا پھل بھی کوئی اتنا اچھا معلوم نہیں ہوتا اب آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ ان باغوں کی ان کے مالک اتنی دیر رکھوالی کرتے ہیں جتنی دیر تک ان سیبوں کا رنگ سرخی مائل نہیں ہو جاتا پھر بعد میں خریدار کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ابھی اس باغ کے سیبوں کا رنگ سرخی مائل نہیں ہوا تھا اور اس کا انہوں نے قبضہ بھی نہیں لیا تھا کہ مجھے واپس قادیان جانا پڑ گیا۔ اس بات کو دو ماہ گزر گئے۔ ایک دن قادیان عبدالرحمن صاحب آئے۔ میرے لئے بہت سے سیب لائے اور ایک پیٹی حضرت مصلح موعودؓ کے لئے لے کر آئے اور مجھ سے کہنے لگے مولوی صاحب ہمیں اس میں چار ہزار پانچ صد روپے کا منافع ہوا ہے جبکہ ہم نے پانچ صد کا خریدا تھا۔ اور ابھی بھی ان پر پھل ہے معلوم نہیں کدھر سے نکلتا چلا آ رہا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اتنا اس کو پھل لگایا کہ وہ یہی کاروبار کرتے رہے اور اسی سے مالا مال ہو گئے۔ اب ان کا ایک دفعہ خط آیا تھا کہ وہاں پر جتنے بھی احمدی ہیں سب کی خدا کے فضل سے مالی حالت بہت اچھی ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

بقیہ: جلسہ سالانہ یُوکے پر دنیا کے مختلف ممالک کے وفود کی آمد..... از صفحہ 20

رشتہ ناطہ کے حوالہ سے ایک سوال پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ رشتہ ناطہ کے مسائل تو ہر جگہ ہیں۔ میکسیکن اور سپینش ممالک کے لوگ آپس میں ہی کرنا چاہتے ہیں۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ ان کی شادیاں آپس میں ہی ہوں۔ رشتہ ناطہ کے حوالہ سے کڑی شرائط تو نہیں رکھی جا سکتیں۔ آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر تعلق رکھنا پڑے گا تاکہ ان میں سے کوئی ضائع نہ ہو۔ ان کے بچے ضائع نہ ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر ان کے بچوں کو سکول میں مدد چاہئے تو اپنے بجٹ میں رکھ کر لکھ کر بھجوائیں کہ اتنی مدد چاہئے۔ کوشش کریں کہ کوئی احمدی بچہ تعلیم کے بغیر نہ رہے۔

مبلغ کے ایک استفسار پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ دین یہی کہتا ہے کہ معاف کرو اور عادی مجرم کو سزا بھی دو تاکہ اس کی اصلاح ہو۔ اصل غرض اصلاح ہے۔ معافی یا سزا جس سے بھی اصلاح ہوتی ہے وہ اختیار کرو۔ ہم نے مذہب کی تعلیم بتانی ہے۔ اگر کوئی نہیں مانتا تو اس کی مرضی ہے۔

حضور انور نے فرمایا: اب کسی جان کے قتل کا جرم ہے۔ اس حوالہ سے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں مجرم کو جہنم میں ڈالوں گا۔ جماعت تو صرف تعلیم و تربیت کے لئے کوشش کر سکتی ہے اور توجہ دلا سکتی ہے۔ حکومت پکڑے اور سزا دے۔ عمر قید ہے تو عمر قید دے۔ یہ حکومت کا کام ہے۔ اب ان کو اسلامی سزاؤں کی طرف آنا پڑے گا۔ جان کے بدلہ جان پر عمل کریں تو جُرم کم ہوں گے۔

☆ بعد ازاں **امیر و مبلغ انچارج صاحب سینیگال** نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دفتری ملاقات کی سعادت پائی۔

امیر صاحب نے عرض کیا کہ شہر سے باہر ہمارے پاس ایک بڑا قطعہ زمین ہے۔ وہاں پر مرکزی مسجد اور جماعتی سنٹر بنانے کا پلان ہے۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جو بھی پلان ہے وہ بنائیں۔ تعمیر تو مختلف فیزز (phases) میں کرنی پڑے گی۔ آرکیٹیکٹ جائیں گے، جگہ دیکھیں گے پھر جائزہ لیں گے۔ جو نقشہ آپ نے بنایا ہے وہ شعبہ آرکیٹیکٹس کو دے دیں۔

حضور انور نے فرمایا: جہاں جماعتیں ہیں وہاں آپ چھوٹے چھوٹے مشن ہاؤسز اور مساجد بنا سکتے ہیں۔ جہاں آپ کے پاس قطعات زمین ہیں یا جگہیں ملی ہوئی ہیں وہاں جائزہ لیں کہ ایک چھوٹی مسجد اور مشن ہاؤس بنانے میں کیا اخراجات آئیں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:۔ اپنے تعلقات بڑھائیں۔ زیادہ سے زیادہ فیلڈ ورک کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ریڈیو سٹیشن کی انسٹالیشن کے حوالہ سے فرمایا کہ آپ درخواست دے دیں۔ پراسس پر وقت تو لگے گا۔ بورکینا فاسو والوں کو تجربہ ہے، وہ آپ کو بتا دیں گے کہ کیا کیا ضروریات ہوتی ہیں اور کس طرح انسٹال کرنا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: آپ کا مزید مرکزی مبلغین کا جو مطالبہ ہے وہ لکھ کر تبشیر کو دے دیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ٹرانسپورٹ کی ضروریات کے حوالہ سے بھی بعض انتظامی ہدایات دیں۔

☆ اس کے بعد **مبلغ سلسلہ کینیڈا اسفند سلیمان احمد صاحب** نے حضور انور سے دفتری ملاقات کا شرف پایا اور بعض انتظامی امور اور معاملات حضور انور کی خدمت میں پیش کر کے رہنمائی حاصل کی۔

☆ **بعد ازاں انچارج صاحب شعبہ مخزن التصاویر یُوکے، انچارج صاحب انصار سیکشن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری، انچارج صاحب رقیم پریس یُوکے اور ایم ٹی اے کے ڈائیریکٹر پروگرامنگ** نے باری باری حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دفتری ملاقاتیں کیں اور اپنے اپنے شعبہ جات کے حوالہ سے مختلف امور اور معاملات پیش کر کے ہدایات حاصل کیں۔

دفتری ملاقاتوں کا یہ پروگرام دو بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں تشریف لا کر نمازِ ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

انفرادی و فیملی ملاقاتیں

پروگرام کے مطابق آج شام سوا پانچ بجے مختلف ممالک سے آنے والے احبابِ جماعت اور فیملیز کی حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز سے ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج 16 ؍فیملیز کے 90 ؍افراد اور اس کے علاوہ 23 ؍احباب نے انفرادی طور پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز سے ملاقات کی سعادت پائی۔ اس طرح مجموعی طور پر 113 افراد نے شرفِ ملاقات پایا۔

☆ ملاقات کرنے والی یہ فیملیز درج ذیل 14 ممالک سے آئی تھیں۔

پاکستان، کینیڈا، امریکہ، گوئٹے مالا، سیرالیون، انڈیا، جرمنی، ہالینڈ، فرانس، گیمبیا، کینیا، آئرلینڈ، نیوزی لینڈ اور یوکے۔

☆ ان میں سے ہر ایک نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹی عمر کے بچوں اور بچیوں کو چاکلیٹ عطا فرمائے۔

☆ ملاقاتوں کا یہ پروگرام شام پونے نو بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے مسجد فضل میں تشریف لا کر نمازِ مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

... ...

14 ؍اگست 2017ء بروز سوموار

... ...

آج **مکرم ناظر صاحب اعلیٰ، مکرم ناظر صاحب دیوان، مکرم ایڈمنسٹریٹر صاحب طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ، مکرم انچارج صاحب ہومیو پیتھی ڈیپارٹمنٹ، مکرم ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز، مکرم ایڈیشنل وکیل المال صاحب لندن، ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن اور صدر و مبلغ سلسلہ فلپائن** نے دفتری ملاقاتیں کرنے کی سعادت حاصل کی اور مختلف معاملات اور امور پیش کر کے ہدایات حاصل کیں۔

☆ **صدر جماعت و مبلغ انچارج فلپائن** نے دورانِ ملاقات عرض کیا کہ بعض لوگ جو اسائلم پر ہیں۔ جو کیس پاس ہونے کے بعد آگے کسی دوسرے ملک نہیں جا سکتے۔ اس لئے پریشان ہوتے ہیں اور کام بھی نہیں کرتے۔

اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ: وہاں رہ کر محنت کرنی پڑتی ہے اور پیسے کمانے کے لئے کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر محنت کر کے اور کام کر کے وہاں نہیں رہ سکتے تو ان سے کہیں کہ بہتر ہے کہ پھر پاکستان واپس چلے جائیں۔

شوریٰ کے نظام کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

قائم شدہ 1952ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز

میاں حنیف احمد کامران

ربوہ 0092 47 6212515

28 لندن روڈ، مورڈن SM4 5BQ

0044 203 609 4712

0044 740 592 9636

تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔فلپائن میں شوریٰ کا نظام شروع کریں۔نیشنل عاملہ کے ممبران ہوں اور جماعتوں کے صدران ہوں اور قواعد کے مطابق ذیلی تنظیموں کے ممبران ہوں گے۔آپ اپنی تجنید میں سے 70 ممبران کی مجلسِ شوریٰ بنادیں۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: نئی جماعت ہے۔آپ کو وہاں کے مزاج کے مطابق کام کرنا پڑے گا۔آہستہ آہستہ کرنا پڑے گا۔تربیت کے لئے ایک چھوٹا پلان بنائیں اور ایک لمبا پلان بنائیں۔چھوٹے پلان میں نمازوں کی ادائیگی کی طرف توجہ ہو، کچھ دینی علم ہو، اجلاسات میں حاضری بڑھائیں۔ جماعتی کاموں میں شامل کریں۔ خدام کو کھیلوں میں شامل کریں۔ ایک attachment ہوجائے۔مالی نظام میں شامل کریں۔ مالی قربانی کی طرف توجہ دلائیں۔ایم ٹی اے کی اہمیت بتائیں اور ایم ٹی اے سے attach کریں۔

فلپائن میں نئی مسجد کی تعمیر کے حوالہ سے جائزہ لینے کے بعد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعض انتظامی امور کے حوالہ سے ہدایات عطافرمائیں۔

خطبہ جمعہ کے ترجمہ کے حوالہ سے حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا: مقامی زبان میں خطبہ کا ترجمہ تیار کر کے ہر ایک کو پہنچائیں اور اگلے جمعہ میں آڈیو/ ویڈیو بھی جماعتوں میں سنائیں۔

جماعتوں میں ایم ٹی اے کی ڈشز کی تنصیب کے حوالہ سے بھی حضورانور نے بعض ہدایات سے نوازا۔

تبلیغ کے حوالہ سے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ دو چار آدمیوں کو لے کر تبلیغ کے لئے ٹرینڈ کرو۔ پھر آہستہ آہستہ آپ کی ٹیم بڑھتی جائے گی۔

حضورانور نے فرمایا: جماعت کا پیغام پہنچانے کے لئے بروشر تقسیم کرو۔لوگوں کو بتاؤ کہ مسیح آ گیا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی تعلیم بتاؤ۔ جومہمان آپ کے ساتھ آیا تھا اس سے مل کر تبلیغ کرو وہ تبلیغ کرنا چاہتا تھا۔شہروں سے باہر نکل کر تبلیغ کرو۔گاؤں میں جاؤ۔ دیہاتوں میں جاؤ۔ایسا پلان کرو جو حقائق پر مشتمل ہو۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے 12 حواری تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی بارہ حواری تھے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ویمبلے کانفرنس (WembleyConference) میں اپنے ساتھ 12 حواری لائے تھے۔

حضورانور نے فرمایا: آپ بھی 10، 12 لوگ تبلیغ کے لئے ، پیغام پہنچانے کے لئے اور دوسروں کی تربیت کرنے کے لئے تیار کرو۔ جہاں جماعتیں قائم ہیں، ان کو اچھی طرح establish کرو۔ پھر آگے بڑھو اور آگے مزید سٹیشن بناتے چلے جاؤ۔ پہلے ایک جگہ پر قدم مضبوط کرو، چھاؤنی بناؤ، پھر اگلا پڑاؤ ہو۔

حضورانور نے فرمایا: ایک جنرل تبلیغ ہے، وہ کرو۔ ہر ایک کو پیغام پہنچاؤ، ہر جگہ پہنچاؤ۔ جب بریک تھرو ہو تو پہلے ہی سب کو ہر ایک کو احمدیت کے پیغام کا پتہ ہوگا، جماعت کا علم ہوگا۔ایک تبلیغ یہ بھی ہے کہ جماعتیں مستحکم ہوں، مضبوط اور فعّال ہوں۔منظم ہوں، اچھی تربیت یافتہ ہوں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: وہاں فلپائن میں انڈونیشین بھی ہوں گے۔ان کو کس طرح تبلیغ کرنی ہے۔اس کا بھی جائزہ لیں۔ پانچ سات سال تو سروے کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ پھر اس دوران پانچ سات آدمی کام کرنے والے مل جاتے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جیلوں میں بھی رابطے کریں۔ اور اپنے رابطوں میں ان لوگوں کو دوستانہ رنگ میں اسلام کی تعلیم بتاؤ۔ پہلے جائزہ لے لو اور پھر حکمت سے ان کو پیغام پہنچاؤ۔اپنے PR بڑھاؤ، پولیس کمشنر، فوج، بیوروکریٹس سے اپنے رابطے بڑھائیں۔ جو ویڈیوز ہیں، تیار کر کے دکھاؤ۔ پارلیمنٹ میں خطابات ہیں، کیپٹل ہِل میں خطاب ہے، یورپین پارلیمنٹ میں ہے۔دس پندرہ منٹ کی ویڈیوز دکھاؤ اور ساتھ بروشرز دے دو۔ ان کو معلوم ہوگا کہ جماعت یہ خدمت کر رہی ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا؛ سال میں ایک دو دفعہ کسی اچھے ہوٹل میں فنکشن کرو، سیمینار کرو۔ پِیس سمپوزیم کرواور سرکردہ لوگوں کو بلاؤ۔اسی طرح علاقے کے بڑے مولویوں کو بلاؤ۔ پبلک ریلیشن کے لئے ان لوگوں سے تعلق رکھو۔ اس کام کے لئے آپ کے پاس ایک بجٹ ہونا چاہئے۔ میرے لیکچر دکھاؤ۔ دوسرے سرکردہ لوگوں کے تأثرات دکھاؤ۔

قرآن کریم کے ترجمہ کے حوالہ سے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا؛ قرآنِ کریم کا ترجمہ کر رہے ہیں تو پھر اس سال شائع کرو۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ہیومینٹی فرسٹ کا پروجیکٹ کسی remote ایریا میں کرو۔اس کے لئے جو بھی پروگرام ہے لکھ کر تبشیر کو بھجواؤ۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مبلغ سلسلہ فلپائن کو آخر پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اپنی قوتِ ارادی بڑھاؤ۔ استغفار کرتے رہا کرو اور لَا حول پڑھا کرو۔اپنے آپ کو بچہ نہ سمجھو۔گھبرانا نہیں ہے۔آپ کے سامنے یہ شعر رہنا چاہئے؛

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمین کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

... ...

بی بی سی ورلڈ کے جرنلسٹ کے ساتھ انٹرویو

... ...

☆ **اس کے علاوہ بی بی سی ورلڈ کے ایک جرنلسٹ نے** حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا انٹرویو بھی لیا۔

اس جرنلسٹ نے جلسہ سالانہ یوکے 2017ء کے حوالہ سے ایک ڈاکومنٹری تیار کی تھی جس میں جماعت کا تفصیلی تعارف، جلسہ کے مقاصد، نومبایعین کے انٹرویوز اور جماعت پر ہونے والے مظالم کا بھی ذکر موجود تھا۔

یہ ڈاکومنٹری بی بی سی ریڈیو چینل کے مشہور پروگرام The Heart and Soul میں Caliphate in the Countryside کے عنوان سے نشر ہوئی۔اس ڈاکومنٹری کو دنیا بھر میں بہت سراہا گیا۔

اس ڈاکومنٹری میں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انٹرویو کا درج ذیل حصہ بھی نشر کیا گیا۔

جرنلسٹ نے سوال کیا کہ آج کے دور میں خلافت کی کیوں ضرورت ہے؟

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔ آج کے دور میں بہت سے نام نہاد مسلمان علماء قرآنی تعلیمات کو غلط رنگ دے کر پیش کر رہے ہیں۔ جہاد کے معانی تو صرف کوشش اور جدوجہد کے ہیں۔ جہاد بالسیف اسلام کا اصل مقصد نہیں ہے۔ اسلام کا اصل مقصد تو اپنے نفس اور روح کی اصلاح کرنا ہے۔پس اسی وجہ سے آج کے دور میں خلافت کی ضرورت ہے۔

☆ **جرنلسٹ نے سوال کیا کہ بحیثیت ایک خلیفہ کے آپ کا کیا کام ہے؟**

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: میرا کام اُسی مقصد کو آگے لے کر چلنا ہے جس کے لئے بانیٔ سلسلہ علیہ السلام اس دنیا میں آئے یعنی اسلام کی حقیقی تعلیمات کا احیاء کرنا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں دو مقاصد لے کر آیا ہوں ۔ اوّل یہ کہ بنی نوع انسان کو اپنے خالق کے حقوق کا احساس دلانا اور دوسرا انہیں بنی نوع انسان کے حقوق کا احساس دلانا۔ پس یہی میرا مقصد ہے کہ امن ، پیار و محبت اور ہم آہنگی کا پیغام ساری دنیا میں پھیلاؤں۔

☆ **جرنلسٹ نے سوال کیا کہ احمدیوں کے اندر کیا ایسی بات ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ایمان اور مذہب کی خاطر اپنی زندگیوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے؟**

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر آپ کا یہ ایمان ہے کہ آپ نے یہ مذہب اللہ تعالیٰ کی خاطر اختیار کیا ہے تو پھر آپ جب بھی کوئی قربانی کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتی ہے۔اسی وجہ سے احمدی اپنے عقیدہ میں بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ دنیا ہی صرف ہماری زندگی کا مقصد نہیں ہے ۔ اسی چیز کو بعض دیگر نام نہاد علماء اور مولوی بھی غلط رنگ میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم کسی کی جان لیتے ہو تو تم جنت میں جاؤ گے۔لیکن ہمارے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ احمدی تو ہمیشہ امن ، پیار اور ہم آہنگی کا پیغام پھیلاتے ہیں جبکہ بعض دوسرے انتہا پسند گروہ اسلام کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پھیلا رہے ہیں اور نفرت پھیلا رہے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر آپ کے پاس کوئی اچھی چیز ہے اور آپ اچھی چیز دنیا کو دینا چاہتے ہیں تو دنیا اس کو لے لی گی۔ اس لئے جب لوگوں کو احساس ہوتا ہے کہ یہی حقیقی اسلام کا پیغام ہے اور اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں تو لوگ ہمارے ساتھ شامل ہوجاتے ہیں۔

☆ **جرنلسٹ نے سوال کیا کہ آپ کی جماعت کا مستقبل کیا ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب دنیا کی اکثریت آپ کی جماعت میں شامل ہوجائے گی؟**

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مَیں بہت پُرامید ہوں اور مثبت سوچ رکھتا ہوں۔ حقیقی اسلام کا پیغام ساری دنیا تک ضرور پہنچے گا اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ ساری دنیا کو احساس ہوجائے کہ ایک خالق ہے، ایک قادرِ مطلق اللہ ہے۔ ایک دوسرے کی عزت کرتے ہوئے ہی ہم نے یہ مقصد حاصل کرنا ہے اور تا قیامت اس پیغام کو نہیں چھوڑنا۔

... ...

دفتری ملاقاتوں اور انٹرویو کا یہ پروگرام پونے دو بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں تشریف لا کر نمازِ ظہر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

اس کے بعد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں ساڑھے پانچ بجے تشریف لا کر نمازِ عصر پڑھائی۔

انفرادی و فیملی ملاقاتیں

پروگرام کے مطابق آج نمازِ عصر کے بعد مختلف ممالک سے آنے والے احبابِ جماعت اور فیملیز کی حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز سے ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج 24 فیملیز کے 120 افراد اور اس کے علاوہ 13 احباب نے انفرادی طور پر حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز سے ملاقات کی سعادت پائی۔ اس طرح مجموعی طور پر 123 افراد نے شرفِ ملاقات پایا۔

☆ ملاقات کرنے والی یہ فیملیز درج ذیل 16 ممالک سے آئی تھیں۔

پاکستان، مسقط، کینیڈا، سیرالیون، گھانا، امریکہ، ناروے، ماریشس، مراکش، فرانس، جرمنی، تنزانیہ، نائیجیریا، انڈیا، سویڈن اور یوکے۔

☆ ان میں سے ہر ایک نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کو قلم عطافرمائے اور چھوٹی عمر کے بچوں اور بچیوں کو چاکلیٹ عطافرمائے۔

☆ ملاقاتوں کا یہ پروگرام شام پونے نو بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے مسجد فضل میں تشریف لا کر نمازِ مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

... ...

15/ اگست 2017ء بروز منگل

... ...

آج چیئرمین صاحب ہیومن رائٹس کمیٹی، انچارج بنگلہ ڈیسک اور مکرم امیر و مبلغ انچارج صاحب گھانا نے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ملاقات کی سعادت حاصل کی اور مختلف امور پیش کر کے ہدایات حاصل کیں۔

☆ امیر صاحب گھانا نے گھانا میں بننے والے ڈینٹل ہسپتال کے قیام کے حوالہ سے اپنی جائزہ رپورٹ پیش کی اور اس کے علاوہ گھانا میں دانتوں کی implantation کا ایک پروگرام جاری تھا اس کی تکمیل کے حوالہ سے جو بھی کام ہونے والا ہے اس بارہ میں رپورٹ پیش کی۔ ان امور کے بارہ میں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعض انتظامی ہدایات سے نوازا۔

گھانا میں ایم ٹی اے افریقہ کے لئے وہاب آدم سٹوڈیو بنا ہے اور یہاں باقاعدہ سٹاف متعیّن ہے۔ امیر صاحب نے ان کی رہائش کے حوالہ سے رہنمائی چاہی اور حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ہدایت حاصل کی۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جماعت کے پاس جگہ موجود ہے۔اس پر فلیٹس بنائے جائیں۔ پہلے جگہ کا جائزہ لے لیں۔ پھر اس کے مطابق نقشہ بنا کر بتائیں۔ فلیٹس بنانے کا پروگرام اس طرح ہو کہ پہلے گراؤنڈ فلور پر فلیٹس بنالیں، پھر دوسرے فیز (phase) میں دوسری منزل پر فلیٹس بنالیں۔

حضورانور نے فرمایا: جو سٹاف سنگل ہے ان کے لئے تین کمروں کا ایک ہوسٹل بنالیں۔

مساجد کی تعمیر کے حوالہ سے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: پچاس مساجد کی تعمیر کا پروگرام بنالیں۔ پہلے فیز میں 20 مساجد تعمیر کریں۔جب یہ مکمل ہوجائیں تو پھر جو باقی ہیں وہ تعمیر کریں۔

پرائمری سکول کے قیام کے پروگرام کے حوالہ سے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلے پانچ سکولوں کی تعمیر ہو۔آغاز میں دو دو کمرے بنادیں۔ پھر حسبِ ضرورت توسیع ہوجائے۔جن جماعتوں اور علاقوں میں سکول بننے ہیں ان کی نشاندہی کریں اور جائزہ لیں کہ وہاں کتنی آبادی اور بچے کتنے ہیں؟

قریب ترین شہر کون سا ہے؟ علاقہ میں سڑکوں کی اور راستوں کی کیا کیفیت ہے۔ کتنے بچے سکول میں داخل ہوں گے۔ یہ سارا ڈیٹا ان علاقوں میں کام کرنے والے معلّمین کے ذریعہ اکٹھا کریں۔ باقاعدہ پہلے سروے کروائیں اور اس سروے میں ان علاقوں، گاؤں میں صاف پانی کے مہیا ہونے کا بھی جائزہ لے لیں۔

امیر صاحب نے کواپریٹوفارمنگ (cooperative farming) کے حوالہ سے رہنمائی چاہی۔ اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ فی الحال سکولوں کا پروگرام شروع کریں۔ فارمنگ کا کام بعد میں دیکھا جائے گا۔

تبلیغ کے حوالہ سے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جن علاقوں میں آپ کا تبلیغ کرنے کا پروگرام ہے وہاں اپنے مشنری بھیجیں۔ معلمین بھیجیں اور جائزہ لیں کہ وہاں کتنے دیہات ہیں، کتنی آبادی ہے۔ ان کا مذہبی رجحان کیا ہے۔ ابھی تک ان علاقوں میں کیا کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ ان علاقوں سے جو احمدی ہوئے ہیں وہ ایمان کے لحاظ سے کتنے مضبوط ہیں۔ سارا جائزہ لے کر رپورٹ بھجوائیں۔ پھر مزید ہدایات دوں گا۔

باغِ احمد (جلسہ گاہ) کی زمین کے حوالہ سے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔ یہاں مینجمنٹ کے لئے کوئی آدمی چاہئے جو وہاں بیٹھے۔ وہاں جو بھی انتظامات کرنے ہیں یا فارمنگ کا پروگرام ہے یا باغات لگانے ہیں اور دوسرے جو بھی کام ہیں وہ بغیر کسی کے وہاں بیٹھے نہیں ہوں گے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: وہاں کسی نوجوان کو رکھیں۔ اس کے لئے باقاعدہ کوئی پلان بنائیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس جگہ پر پانی کی فراہمی کے حوالہ سے فرمایا کہ بورکینافاسو میں حکومت نے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ڈیم بنائے ہوئے ہیں جہاں وہ پانی جمع کرتے ہیں اور پھر اس سے فصلوں کو پانی مہیا ہوتا ہے۔ گھانا میں ڈیم بن سکتے ہیں۔

دفتری ملاقاتوں کا یہ پروگرام پونے دو بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں تشریف لا کر نمازِ ظہر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

اس کے بعد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں تشریف لا کر نمازِ عصر پڑھائی۔

... ...

انفرادی و فیملی ملاقاتیں

پروگرام کے مطابق آج نمازِ عصر کے بعد مختلف ممالک سے آنے والے احبابِ جماعت اور فیملیز کی حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز سے ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج 18 ر فیملیز کے 90 ر افراد اور اس کے علاوہ 18 ر احباب نے انفرادی طور پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز سے ملاقات کی سعادت پائی۔ اس طرح مجموعی طور پر 108 افراد نے شرفِ ملاقات پایا۔

☆ ملاقات کرنے والی یہ فیملیز درج ذیل 11 ممالک سے آئی تھیں۔

پاکستان، آسٹریلیا، کینیڈا، امریکہ، جاپان، جرمنی، فرانس، دبئی، انڈیا، ڈنمارک اور یوکے۔

☆ ان میں سے ہر ایک نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹی عمر کے بچوں اور بچیوں کو چاکلیٹ عطا فرمائے۔

☆ ملاقاتوں کا یہ پروگرام شام پونے نو بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے مسجد فضل میں تشریف لا کر نمازِ مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

... ...

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ بتاریخ 20 ر دسمبر 2017ء بروز بدھ نماز ظہر و عصر سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر مکرم عبدالمجید خان صاحب (ابن مکرم عبدالحمید آصف صاحب مرحوم آف فیصل آباد) حال لندن کی **نماز جنازہ حاضر** اور کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر:

مکرم عبدالمجید خان صاحب (ابن مکرم عبدالحمید آصف صاحب مرحوم آف فیصل آباد) حال لندن

11 دسمبر 2017 کو 62 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کراچی، سرگودھا، فیصل آباد اور ربوہ میں قیام کے دوران آپ کو جماعت کے مختلف شعبوں میں خدمت کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ بہت مخلص، نیک اور دعا گو انسان تھے۔

نماز جنازہ غائب:

1۔ مکرمہ امۃ الحمید احمد صاحبہ اہلیہ مکرم الحاج شیخ نصیر الدین احمد صاحب مرحوم (مبلغ سلسلہ افریقہ و استاد جامعہ احمدیہ ربوہ)

22 نومبر 2017ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم عبدالحمید خان صاحب کی بیٹی تھیں جو کہ مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کے بھتیجے تھے۔ 1954ء میں اپنے میاں اور ایک بیٹی کے ساتھ نائیجیریا چلی گئیں۔ وہاں لجنہ کی تربیت اور بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی توفیق پائی۔ اس کے بعد سیرالیون میں رہیں اور وہاں بھی لجنہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی نیک، مخلص اور بزرگ خاتون تھیں۔ جلسہ پر آنے والے مہمانوں کی بہت شوق اور اخلاص کے ساتھ خدمت کیا کرتی تھیں۔ اپنے بچوں کی بہت اچھے رنگ میں تربیت کی۔ آپ کے میاں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جب دوبارہ نائیجیریا اور پھر زیمبیا روانہ ہوئے تو اس دوران آپ نے اکیلے ہی اپنے بچوں کی پرورش کی۔ پسماندگان میں پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے چار بچے مختلف رنگ میں جماعتی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

2۔ مکرمہ نفیسہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سعید احمد صاحب مرحوم (کراچی)

طویل علالت کے بعد بقضائے الٰہی 91 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ محترم غلام احمد صاحب بدوملہی (مربی سلسلہ) کی بڑی بہو تھیں۔ تحریک جدید کے دفتر اوّل کی مجاہدہ تھیں۔ اپنے حلقہ میں سیکرٹری مال اور سیکرٹری تحریک جدید کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ نیز شاہ فیصل کالونی میں بطور صدر لجنہ بھی خدمت بجالاتی رہیں۔ بچوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں اور علاقے کے غیر احمدی بچے بھی آپ کے پاس قرآن پڑھنے کے لئے آتے تھے۔ خدمت خلق کا جذبہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دوسروں کے کام کر کے خوشی محسوس کرتی تھیں۔ خلافت سے گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بچے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کا ایک پوتا جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

3۔ مکرم ڈاکٹر منیر احمد صاحب ابن مکرم ڈاکٹر محمد شفیع صاحب مرحوم (فیصل آباد)

4 نومبر 2017ء کو ہارٹ اٹیک سے 48 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، بہت نیک اور باوفا انسان تھے۔ اپنی جماعت میں ناظم اطفال، قائد خدام الاحمدیہ اور سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ جماعت اور خلافت کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

4-Mrs Xui Zhay Ying (آف صوبہ Anhui چین)

19 نومبر 2017ء کو ہارٹ اٹیک کی وجہ سے 75/76 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے 2003ء میں بیعت کی تھی اور جماعت کے ساتھ بہت اخلاص کا تعلق تھا۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ محترم محمد عثمان چو صاحب (انچارج مرکزی چینی ڈیسک) کی اہلیہ کی سب سے بڑی بہن تھیں۔

5۔ مکرم لطیف احمد کھوسہ صاحب (بحریہ ٹاؤن حب۔ کراچی)

16 جون 2017ء کو 52 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نماز کے پابند، باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے، چندہ جات میں باقاعدہ، بہت دیندار، ہنس مکھ، مہمان نواز اور ہمدرد انسان تھے۔ جماعتی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ نوافل اور صدقات کی عادت تھی۔ ایم ٹی اے سے بڑا لگاؤ تھا اور حضورانور کا خطبہ بڑی باقاعدگی سے سنتے تھے۔ اپنی اولاد کی بہت اچھی تربیت کی۔

6۔ مکرم محمد احمد خورشید صاحب ابن مکرم خورشید احمد صاحب (57 گھیالہ ضلع فیصل آباد)

27 اکتوبر 2017ء کو 49 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا تعلق قادیان کے قریبی گاؤں بھینی بھانگر سے تھا۔ بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق پائی۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، بہت سادہ، منکسر المزاج، بےنفس، بے ریا، سچائی کا ساتھ دینے والے غریب پرور انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ اچھا تعلق تھا۔ چندوں میں باقاعدہ تھے اور ہر جماعتی کام کو ذمہ داری سے سرانجام دیتے تھے۔ آپ محکمہ پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل تھے۔

7۔ مکرم ملک محمد سلیم صاحب ابن مکرم محمد ابراہیم صاحب۔ سابق صدر جماعت (بھڑتانوالہ ضلع سیالکوٹ)

10 اکتوبر 2017ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو چھ سال بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق ملی۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے تھے۔ مختلف جماعتی و تنظیمی خدمات کی توفیق پائی۔

8۔ مکرم خضر حیات چیمہ صاحب ابن مکرم غلام قادر صاحب۔ (چک نمبر 84/F تحصیل حاصل پور ضلع بہاولپور)

4 اکتوبر 2017ء کو 85 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو تین سال بطور صدر جماعت اور دو سال بطور زعیم انصار اللہ خدمت کی توفیق ملی۔ واقفین زندگی کے ساتھ بڑا محبت و پیار کا تعلق تھا۔ مہمان نواز، غریب پرور، بکثرت صدقہ و خیرات کرنے والے، پانچ وقت کے نمازی، تہجد گزار، دعا گو اور بزرگ انسان تھے۔

9۔ مکرم بشیر احمد شاہد صاحب ابن مکرم حشمت علی صاحب (دارالرحمت شرقی۔ ربوہ)

23 اگست 2017ء کو 64 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ آپ کے دو بیٹے واقف زندگی ہیں۔ بہت مخلص، باوفا اور خلافت کے ساتھ گہرا عقیدت کا تعلق رکھتے تھے۔ بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔ ساری اولاد فرمانبردار اور خلافت کی شیدائی ہے۔ آپ ربوہ میں لمبا عرصہ کراچی ہیئر ڈریسر کے نام سے کام کرتے رہے۔

10۔ مکرمہ جمیلہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مشتاق احمد شائق صاحب (ٹورانٹو۔ کینیڈا)

4 نومبر 2017ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ محترم چوہدری محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی نواسی اور محترم چوہدری محمد عبدالرزاق صاحب کی بیٹی تھیں۔ سادہ مزاج خاتون تھیں۔ گزشتہ پانچ چھ سال سے صاحبِ فراش تھیں۔ چندہ جات میں باقاعدہ، بہت نیک اور مخلص خاتون تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

☆...☆...☆

الفضل انٹرنیشنل کے شماروں کی حفاظت کریں

یہ اخبار دنیاوی آلائشوں سے بالاتر دینی اور دنیوی علوم کا خزانہ ہے۔ قومی امنگوں اور ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ الفضل میں آیات قرآنی، احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودہ ملفوظات اور تحریرات کے علاوہ ڈھیروں مقدس حوالہ جات بھی شامل ہوتے ہیں جن کا مطالعہ کرنا، ان کو دوسروں تک پہنچانا، ان پر عمل کرنا اور ان کے ذریعے بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ ان تمام مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے الفضل کے پرچوں کی حفاظت اور ان کو ترتیب سے ریکارڈ میں رکھنا ہماری اوّلین ذمہ داری ہے۔

احباب جماعت کی دینی تعلیم و تربیت پر مشتمل یہ مواد احترام کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کو رڈی میں دوسرے اخبارات کے ساتھ فروخت کرنا اس کے احترام کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔ اگر سنبھالنا ممکن نہ ہو تو احتیاط کے ساتھ اس کو تلف کریں کہ ان مقدس تحریرات کی بےحرمتی نہ ہو اور کسی الزام کا پیش خیمہ نہ بنے۔ امید ہے احباب جماعت اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اس کے ادب و احترام کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں گے۔

بدرسوم۔ گلے کا طوق

وحید احمد رفیق

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو مغز اور چھلکا کی صورت میں اور انسان کو روح وجسم کی صورت میں پیدا فرما کر یہ پیغام دیا ہے کہ ہر کام ایک ظاہری پہلو اور ایک باطنی پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ جب تک انسان کا جذبہ، اس کی روح اس کام کے کرنے میں ساتھ شامل نہیں ہوتے اس وقت تک وہ کام ظاہرداری ہی کہلائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُھَا وَلَا دِمَآءُ ھَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ (سورۃالحج :38) یعنی اللہ تک تمہاری (قربانیوں کے) گوشت اور ان کے خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

گویا جب تک کسی کام کے کرنے میں، جسے انسان نیکی سمجھ کر کرتا ہے، اس کا تقویٰ ساتھ شامل نہیں تو وہ کام بے فائدہ ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مصرعہ تحریر فرمایا:

''ہر اک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے''۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو یہ الہام ہوا: ''اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے''۔

انسان کا کام یہ ہے کہ ہر کام محض لِلّٰہ کرے، اس کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس کام کو بجالائے، ایسے ہی مومن ہیں کہ جن کا ہر کام خواہ وہ دینی امور ہوں یا دنیوی امور مثلاً ہنسنا کھیلنا ہو، سونا جاگنا ہو، کھانا پینا ہو، علم حاصل کرنا ہو، جنگ کرنا ہو، غرضیکہ کوئی بھی کام ہو وہ عبادت بن جاتا ہے۔

انسان فطری طور پر مدنی الطبع ہے اور معاشرہ میں رہ کر ہی اپنی صلاحیتوں کو برُوئے کار لاسکتا ہے۔ ہر جائز طریق جو انسان اپنے معاشرے میں رہ کر رہن سہن کی غرض سے اختیار کرتا ہے وہ درست ہے، انہی طریقوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انسان انہیں اپنے گلے کا ہار بنالیتا ہے۔ وہ اس کی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کو فرائض سے دُور لے جاتے ہیں اور بہت سی قباحتوں کو جنم دینے لگتے ہیں۔ انسان ان طریقوں کو محض معاشرے کے دباؤ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے۔ ہر کوئی یہ کہتا نظر آتا ہے کہ اگر فلاں کام نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ بنیادی طور پر ایک اچھائی تصوّر کر کے کیے جانے والے یہ کام ایک چھلکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے جس کے اندر کوئی مغز اور روح موجود نہ ہو۔ یہی طریق آگے چل کر رسوم ورواج بن جاتے ہیں۔ ہر دور میں انسان نے معاشرے میں مختلف رسوم ورواج کو اختیار کیا ہے۔ ان میں سے بعض رسوم ایسی ہوتی ہیں جن سے معاشرے کا ایک بڑا حصہ بہر حال متاثر ہوتا ہے۔ یہی اس رسم کے بُرا ہونے کی بنیادی نشانی ہوتی ہے کہ اس سے لوگوں کا استحصال ہوتا ہے۔ ہر بندہ رسم کو بوجھ سمجھ کر ہی اس پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔ رسوم اچھی بھی ہوتی ہیں اور بُری بھی۔ وہ رسوم جو کسی قوم کی ترقی کی راہ میں حائل ہوں، مذہبی شعار کو نقصان پہنچانے والی ہوں وہ بُری رسوم ہیں اور ان کو ترک کرنا لازمی ہے۔

آنحضور ﷺ کی سنّت، خلفاء راشدین کی سنّت کے برخلاف عمل کرنا اصطلاح میں بدعت کہلاتا ہے یعنی کوئی نئی بات۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام بدعات بری نہیں ہوتیں بلکہ اچھی بدعات بھی ہوتی ہیں اور بُری بھی۔ ہمارے معاشرے میں انہی بدعات کو رسوم و رواج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اچھی بدعات سے متعلق اس زمانے کے حَکَم وعدل حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام نے یہ مثال بیان فرمائی ہے:

''اصل بات یہ ہے کہ شریعت سب رسوم کو منع نہیں کرتی اگر ایسا ہوتا تو ریل پر چڑھنا، تار اور ڈاک کے ذریعے خبر منگوانا سب بدعت ہوجاتے۔''

(البدر 17 جنوری 1907ء صفحہ 4)

جبکہ بُری بدعت کی مثال احادیث میں اس طرح ملتی ہے کہ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں بعض صحابہؓ نے ایک مرتبہ قسم کھائی کہ وہ کبھی شادی نہیں کریں گے، ساری رات قیام کیا کریں گے، روزانہ روزہ رکھا کریں گے۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا: مجھے دیکھو میں نے شادیاں بھی کی ہیں، میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا۔ پھر فرمایا: مَنۡ رَغِبَ عَنۡ سُنَّتِیۡ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ یعنی جس نے میری سنّت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح)

ایک مرتبہ آنحضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو وہاں ایک رسّی لٹکی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسی رسّی ہے؟ عرض کیا گیا کہ یہ حضرت زینبؓ کی رسّی ہے۔ جب وہ عبادت کرتے ہوئے تھک جاتی ہیں تو اس کا سہارا لے لیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس رسّی کو کھول دو۔ چاہیے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی تازگی کے وقت عبادت کیا کرے اور جب وہ تھک جائے تو آرام کرلیا کرے۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب مایُکرہُ مِنَ التشدید فی العبادۃ)

ہمارے پاک وہند کے معاشرے میں ہر موقع پر رسوم کی بھرمار ہے۔ دنیا کے اور ممالک میں بھی رسوم ہوتی ہیں لیکن اس سلسلے میں جتنا رسم ورواج میں ہمارا معاشرہ جکڑا ہوا ہے شاید باقی دنیا میں اس کی مثال نظر نہیں آتی۔ ہندو معاشرے کے زیر اثر یہاں کے مسلمانوں نے ان کے بداثرات کو قبول کیا اور اپنی زندگیاں اجیرن کرلیں۔

جو فرسودہ رسوم اور بدعات ہمارے ہاں پائی جاتی ہیں ان کا تعلق زندگی کے تمام طبقہ ہائے فکر سے اور زندگی کے تمام شعبوں سے ہے۔ جیسے پیدائش کے وقت رسوم ہیں۔ وفات پر رسوم ہیں۔ عبادات سے متعلقہ رسوم ہیں۔ غیر اسلامی تہوار منانے کا رواج ہے اور بیاہ شادی پر بجا لائی جانے والی رسوم ہیں۔

انسانی زندگی میں خوشی اور غم دونوں قسم کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کچھ نہ کچھ انسانی طرز عمل موقع اور محل کے مطابق ایسا ہوگا کہ خوشی کے موقع پر خوشی، ترنم، رنگ اور رونق پیدا ہو اور غم کے موقع پر سنجیدگی، وقار اور صبر کے نمونے ظاہر ہوں۔ ہر خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گانا اور ہر حالت غم میں خدا کی رضا پر راضی رہنا مومن کی بنیادی صفات میں شامل ہے۔

شریعت ہمارے لیے باعث رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی زندگیاں گزارنے کے لیے جو طریق بتائے ہیں وہ اتنے سہل اور آسان ہیں کہ ہمارے لیے ان پر عمل کرنا ہرگز مشکل نہیں۔ لیکن بہت سے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ زائد بوجھ اٹھا لیتے ہیں جس کا شریعت نے حکم نہیں دیا۔ چنانچہ عیسائیوں میں رہبانیت کا خطرناک تصور ان کا خود ایجاد کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اور فرمایا کہ رہبانیت تو انہوں نے ازخود اختیار کرلی تھی۔ ہم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ اسلام نے شادی کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی بوجھ نہیں ڈالے۔ نکاح کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ آنحضور ﷺ کی سنت اس بارہ میں بہت واضح ہے۔ لیکن اس حوالے سے ہمارے معاشرے میں لوگوں نے ایسی ایسی رسمیں ایجاد کرلی ہیں جن کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا۔ پھر وفات کے موقع پر اسلام نے وفات یافتہ کی عزت واحترام ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے، تین دن تک اس کے گھر والوں کے ساتھ افسوس کا اظہار کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن ہمارے معاشرے نے قُل، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی اور نہ جانے کتنی ہی رسوم کو اس موقع سے منسلک کر کے ہر آدمی کو بے پناہ بوجھ تلے دبا دیا۔

انسان ہمیشہ سے اعمال میں کسی نمونے کا محتاج رہا ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ اس نمونے سے ہر طبقہ زندگی سے وابستہ انسان ہدایت حاصل کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام انسانیت کے زندگی گزارنے کے لیے بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں اور آنحضور ﷺ نے ان اصولوں کے مطابق زندگی گزار کر بہترین نمونہ قائم فرمایا ہے۔ اور ان تعلیمات کو دیکھ کر سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے کے انسان کی ہدایت کے لیے بنیادی اصول بیان فرمادیے ہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی انسان اسی طرح ان تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جیسا کہ آج سے چودہ سو سال قبل کا انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اگر انسان ان اصولوں سے ہٹ کر کوئی راہ اختیار کرتا ہے تو پھر قرآن کریم کا یہ ارشاد اسے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے: فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۔ (سورۃ یونس :33) اور حق کو چھوڑ کر گمراہی کے سوا کیا (حاصل ہوسکتا) ہے۔

اور اگر کسی کے ذہن میں یہ وہم بھی گزرے کہ ہمارے بزرگوں نے جو راہیں اختیار کی ہیں آخر وہ غلط تو نہیں، بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ قرآن کریم میں بیان نہیں کی گئیں لیکن ہم ان کو جائز ہی سمجھتے ہیں۔ تو یاد رہے کہ کوئی دینی ضرورت ایسی نہیں کہ اس کا بیان قرآن کریم میں نہ کیا گیا ہو۔ خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (سورۃ الأنعام :39) ہم نے اس کتاب میں کچھ بھی کمی نہیں کی۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایک بنیادی اصول بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی معاملے میں تم جاننا چاہو کہ یہ درست ہے یا نہیں تو فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ۔ (سورۃ النساء :60)

پھر اگر جھگڑو تم آپس میں کسی بات کے بارہ میں تو لوٹاؤ اُسے اللہ اور رسول کی طرف۔ اس آیت کی تشریح میں بزرگان سلف نے تحریر کیا ہے کہ اللہ سے مراد اس آیت میں اللہ کی کتاب اور رسول سے مراد یہاں آنحضور ﷺ کی سنت ہے۔

پھر ایک جگہ فرمایا: وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (سورۃ الأنعام :154) اور یقیناً یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو۔ اور مختلف راستوں کے پیچھے نہ پڑو۔ نہیں تو وہ تمہیں اس (خدا) کے رستہ سے اِدھر اُدھر لے جائیں گے۔ وہ اس (امر) کی تمہیں اس لیے تاکید کرتا ہے کہ تم متقی ہوجاؤ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کی بنیادی صفات میں سے ایک صفت کا ذکر فرمایا: وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (سورۃ المومنون :4) اور جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: اِنَّ أَصۡدَقَ الۡحَدِیۡثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَأَحۡسَنَ الۡھَدۡیِ ھَدۡیُ مُحَمَّدٍ، وَ شَرَّ الۡأُمُوۡرِ مُحۡدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحۡدَثَۃٍ بِدۡعَۃٌ وَکُلُّ بِدۡعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔ (سنن النسائی کتاب صلوٰۃ العیدین باب کیف الخطبۃ) یعنی سب سے سچی تعلیم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بیان ہوئی ہے اور سب سے بہتر ہدایت (طریق) محمد (ﷺ) کی سنت ہے اور سب سے بُری بات (میری سنت میں) کوئی نئی چیز (بدعت) پیدا کرنا ہے کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت (گمراہی) ہے اور ہر گمراہی کا انجام بالآخر دوزخ ہے۔

ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ دشمنی ہے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو مسلمان ہو کر جاہلیت کی رسموں پر چلنا چاہے۔ (بخاری کتاب الدیّات باب من طلب دم امرئ بغیر حق)

پھر ایک موقع پر فرمایا: مَنۡ اَحۡدَثَ فِیۡ اَمۡرِنَا ھٰذَا مَالَیۡسَ مِنۡہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (بخاری، کتاب الصلح، باب اِذَا اصۡطَلَحُوۡا عَلٰی صُلۡحِ جَوۡرٍ فَالصُّلۡحُ مَرۡدُوۡدٌ) کہ جس نے ہماری اس شریعت میں کوئی نئی بات داخل کی جو خلاف شریعت ہے تو وہ رد کردینے کے قابل ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''سنو! شیطان اس سے تو مایوس ہوگیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی بھی اس کی عبادت کی جائے۔ ہاں وہ اس سے خوش ہوتا ہے کہ تم اپنے چھوٹے چھوٹے اعمال میں اس کی اطاعت کرو۔'' (سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الخطبۃ یوم النحر)

خطبہ حجۃ الوداع میں یہ بھی فرمایا: ''سنو! میں (اپنی شفاعت سے بہت سے لوگوں کو جہنم سے) چھڑانے والا ہوں اور ایسے لوگ بھی ہیں، جو مجھ سے الگ کر دیے جائیں گے۔ میں کہوں گا کہ اے اللہ! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے نہیں معلوم انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کی تھیں۔''

(سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الخطبۃ یوم النحر)

ایک دفعہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں مُضَر قبیلہ کے چند لوگ حاضر ہوئے، جنہوں نے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آنحضور ﷺ نے ان کی احتیاج کا یہ عالم دیکھا تو آپ کا چہرہ متغیّر ہوگیا۔ آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور پھر واپس تشریف لائے۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو ارشاد فرمایا تو انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خطاب فرمایا۔ آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: یٰٓأَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ ...اِنَّ اللّٰہَ

كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً۔ اور سورۃ الحشر کی آخری آیات میں سے یہ حصہ بھی تلاوت فرمایا: يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: چاہیے کہ ہر بندہ اپنے دینار میں سے، درہم میں سے، اپنے کپڑوں میں سے، اپنی گندم میں سے، اپنی کھجوروں میں سے صدقہ کرے بلکہ فرمایا کہ اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی ہو۔ اس مالی تحریک پر صحابہ نے والہانہ لبیک کہا اور راوی کہتے ہیں کہ وہاں دو ڈھیر لگ گئے ایک کپڑوں کا اور دوسرا کھانے پینے کی اشیاء کا۔ یہاں تک کہ آنحضور ﷺ کا چہرہ اتنا چمک اٹھا گویا کہ سونے کا بنا ہو۔ اس واقعے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئٌ۔

(مسلم کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقة)

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھی روایت قائم کی تو اسے اپنے ثواب کے علاوہ ان لوگوں کے ثواب میں سے بھی حصہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کمی کی جائے۔ اور جو کوئی اسلام میں بری روایت جاری کرے گا تو اسے اپنے گناہ کے علاوہ ان لوگوں کے گناہ میں سے بھی حصہ ملے گا جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کوئی کمی کی جائے۔

درج بالا آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں کوئی بھی نئی راہ جاری کرنا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات یا ان کے بتائے ہوئے بنیادی اصولوں کے منافی ہو بہت بڑا گناہ ہے۔ اسلام ہی اب وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے انسانیت کے لیے مکمل کر کے بھیجا ہے اور یہی وہ دین ہے جس نے قیامت تک زندہ رہنا ہے۔ انسانوں کی ضروریات ترقی کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ کوئی بھی دین جو بدلتے زمانے اور ضروریات کے ساتھ انسانوں کو ہدایت نہیں دیتا وہ ساقط اور جامد ہے اور ایسا دین زندہ نہیں ہوسکتا۔ زندہ دین کی نشانی ہی یہ ہے کہ بدلتے زمانے کے لحاظ سے اس میں لوگوں کی ہدایت کے سامان میسر ہوں۔ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لحاظ سے بھی مکمل فرمایا ہے کہ ہر زمانے کے انسان اس سے ہدایت حاصل کرسکتے ہیں۔ اسلام نے چند قوانین مقرر نہیں کردیے بلکہ اس نے وہ بنیادی اصول مقرر فرمائے ہیں کہ ہر کام کو ان کی کسوٹی پر پرکھا جاسکتا ہے۔

سنّت اور بدعت میں فرق

اس زمانے کے حَکَم و عدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بدعات کے مضمون پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ اس مضمون کو سمجھنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اسی کے ذریعے انسان بدعات کو پہچاننے کے قابل ہوسکتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات ذیل میں پیش ہیں۔ فرمایا:-

"غرض اس وقت لوگوں نے سنّت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور ان کو ایک خطرناک دھوکہ لگا ہوا ہے۔ وہ سنت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کرسکتے۔ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کرلی ہیں اور ان کو اپنی زندگی کے لیے کافی راہنما سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ان کو گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔ جب آدمی سنت اور بدعت میں تمیز کرلے اور سنت پر قدم مارے تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے۔ لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سنت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہوسکتا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 389)

ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے

"اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل واضح اور بیّن ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے کر کے دکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کامل نمونہ ہے لیکن باوجود اس کے ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے۔ جہاں انسان واضح طور پر قرآن شریف یا سنت رسول اللہ ﷺ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے کوئی بات نہ پاسکے تو اس کو اجتہاد سے کام لینا چاہیے۔ مثلاً شادیوں میں جو بھاجی دی جاتی ہے اگر اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تا دوسروں پر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جاوے تو یہ ریاکاری اور تکبر کے لئے ہوگی اس لئے حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض اسی نیت سے کہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کا عملی اظہار کرے اور مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ پر عمل کرنے کے لیے، دوسرے لوگوں سے سلوک کرنے کے لیے دے تو یہ حرام نہیں۔ پس جب کوئی شخص اس نیت سے تقریب پیدا کرتا ہے اور اس میں معاوضہ ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مدعا نیت پر ہے۔ نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ ایک بزرگ نے دعوت کی اور اس نے چالیس چراغ روشن کئے۔ بعض آدمیوں نے کہا کہ اس قدر اسراف نہیں کرنا چاہیے۔ اس نے کہا کہ جو چراغ میں نے ریاکاری سے روشن کیا ہے اسے بجھا دو۔ کوشش کی گئی ایک بھی نہ بجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اس کو کرتے ہیں۔ ایک اس فعل کو کرنے میں مرتکب معاصی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا۔ اور یہ فرق نیتوں کے اختلاف سے پیدا ہوجاتا ہے۔ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے نکلا جو اکڑ اکڑ کر چلتا تھا اور صاف ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ وضع خدا تعالیٰ کی نگاہ میں معیوب ہے مگر اس وقت محبوب ہے۔ کیونکہ اس وقت دین اسلام کی شان اور شوکت کا اظہار اور فریق مخالف پر ایک رعب پیدا ہوتا ہے۔ پس ایسی بہت سی مثالیں اور نظیریں ملیں گی جن سے آخر کار جا کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ بالکل صحیح ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 390-389)

دینی تعلیمات کے منافی رسوم ترک کی جائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"... اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اس کی نمازیں بھی بے فائدہ اور دوزخ کی کلید ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ کر کے سعدی کہتا ہے:

کلید در دوزخ است آں نماز

کہ در چشم مردم گذاری دراز

(یعنی وہ نماز دوزخ کی چابی ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے لمبی کر کے پڑھی جائے۔ ناقل)

ریاء الناس کے لیے خواہ کوئی کام بھی کیا جاوے اور اس میں کتنی ہی نیکی ہو وہ بالکل بے سود اور الٹا عذاب کا موجب ہوجاتا ہے۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے فقراء خدا تعالیٰ کے لئے عبادت کرنا ظاہر کرتے ہیں مگر دراصل وہ خدا کے لئے نہیں کرتے بلکہ مخلوق کے واسطے کرتے ہیں۔ انہوں نے عجیب عجیب حالات ان لوگوں کے لکھے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے لباس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ عزت میں فرق آئے گا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر میلے رکھیں گے تو عزت میں فرق آئے گا اس لیے امراء میں داخل ہونے کے واسطے یہ تجویز کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنیں مگر ان کو رنگ لیتے ہیں۔ ایسا ہی اپنی عبادتوں کو ظاہر کرنے کے لیے عجیب عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً روزہ کے ظاہر کرنے کے واسطے وہ کسی کے ہاں کھانے کے وقت پر پہنچتے ہیں اور وہ کھانے کے لئے اصرار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کھائیے میں نہیں کھاؤں گا مجھے کچھ عذر ہے۔ اس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہیں مجھے روزہ ہے۔ اس طرح پر حالات ان کے لکھے ہیں۔ پس دنیا کی خاطر اور اپنی عزت اور شہرت کے لیے کوئی کام کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا موجب نہیں ہوسکتا۔ اس زمانہ میں بھی دنیا کی ایسی ہی حالت ہو رہی ہے۔ ہر ایک چیز اپنے اعتدال سے گر گئی ہے۔ عبادات اور صدقات سب کچھ ریاکاری کے واسطے ہو رہے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے۔ اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اسے توڑا جائے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 390-391)

احیاء سنت سے مراد

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دنیا کی پرواہ کیوں کریں؟ جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہو اس کو دور کردیا جاوے اور چھوڑا جاوے جو حدود الٰہی اور وصایا رسول اللہ ﷺ کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جاوے کہ احیاء سنت اسی کا نام ہے اور جو امور وصایا آنحضرت ﷺ کے احکام کے خلاف نہ ہوں یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں اور نہ ان میں ریاکاری مدّ نظر ہو بلکہ بطور اظہار تشکر اور تحدیث بالنعمۃ ہو تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں۔ ہمارے علماء سابقہ تو یہاں تک بعض اوقات مبالغہ کرتے ہیں کہ میں نے سنا ایک مولوی نے ریل کی سواری کے خلاف فتویٰ دیا اور ڈاکخانہ میں خط ڈالنا بھی وہ گناہ بتاتا تھا۔ اب یہاں تک جن لوگوں کے حالات پہنچ جاویں ان کے پاگل ہونے یا نیم پاگل ہونے میں کیا شک باقی رہا؟ یہ حماقت ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ میرا فلاں فعل اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے موافق ہے یا خلاف ہے اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ کوئی بدعت تو نہیں اور اس سے شرک تو لازم نہیں آتا اگر ان امور میں سے کوئی بات نہ ہو اور فساد ایمان پیدا نہ ہو تو پھر اس کے کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کا لحاظ رکھ لے۔ میں نے بعض مولویوں کی نسبت ایسا بھی سنا ہے کہ صرف ونحو وغیرہ علوم کے پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں اور اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے وقت یہ علوم نہ تھے پیچھے سے نکلے ہیں اور ایسا ہی بعض نے توپ یا بندوق کے ساتھ لڑنا بھی گناہ قرار دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے احمق ہونے میں شک کرنا بھی غلطی ہے۔ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ جیسی تیاری وہ کریں تم بھی ویسی ہی تیاری کرو۔ یہ مسائل دراصل اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں نیت کا بہت بڑا دخل ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 392-391)

میاں رحیم بخش صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جلسہ سالانہ کے آغاز سے متعلق ایک اشتہار پر اعتراض کیا کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لئے کتاب اور سنت میں کوئی شہادت نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس اعتراض کا جواب درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا:-

"یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جلّ شانہ نے قرآنِ کریم میں تدبیر اور انتظام کے لئے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ جو احسن تدبیر اور انتظام خدمت اسلام کے لیے ہم قرینِ مصلحت سمجھیں اور دشمن پر غالب ہونے کے لئے مفید خیال کریں وہی بجا لاویں جیسا کہ وہ عزّ اسمہٗ فرماتا ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ یعنی دینی دشمنوں کے لئے ہر یک قسم کی تیاری جو کرسکتے ہو کرو اور اعلائے کلمہ اسلام کے لیے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔ اب دیکھو کہ یہ آیتِ کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرما رہی ہے کہ جو تدبیریں خدمتِ اسلام کے لئے کارگر ہوں سب بجا لاؤ اور تمام قوت اپنے فکر کی، اپنے بازو کی، اپنی مالی طاقت کی، اپنے حسنِ انتظام کی، اپنی تدبیر شائستہ کی اس راہ میں خرچ کرو۔ تا تم فتح پاؤ۔ اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی اس صرفِ قوت اور حکمتِ عملی کا نام بدعت رکھتے ہیں۔ اس وقت یہ لوگ عالم کہلاتے ہیں جن کو قرآنِ کریم کی ہی خبر نہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اس آیت موصوفہ بالا پر غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ برطبق حدیثِ نبوی کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کے لئے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے۔ جیسے جیسے بوجہ تبدل زمانہ کے اسلام کو نئی نئی صورتیں مشکلات کی پیش آتی یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے۔ بدعات سے اس کو کچھ تعلق نہیں اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کرسکتے کیونکہ اس زمانہ میں طریقِ جنگ و جدل بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہوگئے اور نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے۔ اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اور اٹھانا اور ان سے کام لینا ملوکِ اسلام بدعت سمجھیں اور میاں رحیم بخش جیسے مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریقِ جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا اور نہ صحابہ اور تابعین نے تو فرمائیے کہ بجز اس کے کہ ایک ذلت کے ساتھ اپنی ٹوٹی پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتحیاب ہوجائے کوئی اور بھی اس

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں

تفسیر

سورۃ الفیل

[حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاءِ کرام کی بیان فرمودہ تفاسیر سے انتخاب]

(قسط نمبر 2)

☆ غرض اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل کو کفار کے اس اعتراض کے جواب میں بیان کیا ہے کہ اگلے جہان کے عذابوں کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں یہ بات عقل کے خلاف اور ناممکن نظر آتی ہے مگر ایسی ہی ناممکن بات اصحاب الفیل کی بربادی کی بھی تھی۔ ان کا حملہ ایسے رنگ میں ہوا اور ایسے حالات میں ہوا اور عربوں کا دفاع اتنا کمزور پڑ گیا اور انہوں نے اپنے آپ کو ابرہہ اور اس کے لشکر کے مقابلہ میں اتنا بیکس اور بے بس پایا کہ ہتھیار ڈال دیئے اور سمجھ لیا کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے سامانوں اور ذرائع سے دشمن کو تباہ کیا گیا کہ جس کی مثال دنیا میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ فرماتا ہے تم غور کرو اور سوچو کہ وہاں کیا بات تھی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو تباہ کیا۔ اس کا لشکر اس لئے تباہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس شہر کو امن والا بنائے گا اور اسے دشمنوں کے حملہ سے محفوظ رکھے گا۔ ابراہیمؑ کے وقت لوگ کہتے ہوں گے کہ جناب آپ نے یہ دعویٰ تو کر دیا ہے مگر اس کا ثبوت کیا ہے۔ یہ تو آئندہ زمانہ کے متعلق آپ ایک بات کہہ رہے ہیں اور اُس زمانہ میں نہ ہم زندہ ہوں گے، نہ آپ نے زندہ رہنا ہے۔ پھر ایسی بات کا فائدہ کیا ہے۔ مگر جب وہ وقت آیا دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ ابراہیمؑ کی پیشگوئی پوری ہوئی اور ایک زبردست دشمن جو لشکرِ جرّار کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوا تھا اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو بچا لیا اور اس طرح ایک ناممکن بات ممکن ہوگئی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ پیشگوئی کی تھی اُس وقت مکّہ دنیا میں کوئی شہر نہیں تھا۔ محض اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے لئے انہوں نے اپنی بیوی اور ایک چھوٹے بچے کو جو ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا اس مقام پر آ کر چھوڑ دیا۔ اُس وقت تک ابھی زمزم کا چشمہ بھی نہیں پھوٹا تھا۔ بالکل وادیٔ غیر ذی زرع کی سی حالت تھی۔ نہ اس میں پانی کا کوئی سامان تھا۔ صرف ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی خشک کھجوروں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس رکھ دی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت وہ اپنی بیوی اور بچے کو وہاں چھوڑ کر واپس چل پڑے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو بتایا نہیں کہ مَیں تمہیں یہاں اکیلے چھوڑ کر جا رہا ہوں کیونکہ انہیں خیال گزرا کہ ماں کی مامتا اپنے بچہ کی تکلیف کی وجہ سے شاید اس کی برداشت نہ کر سکے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے تو آپ نے اس محبت کی وجہ سے جو طبعاً انسان کو اپنی بیوی اور بچے سے ہوتی ہے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد انہیں مُڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ پہلے تو وہ اس رنگ میں باتیں کرتے رہے کہ بیوی کو یہ شبہ پیدا نہ ہوا کہ مَیں انہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اور جب وہاں سے واپس چلے تو واپس لَوٹتے وقت بھی اس انداز میں واپس گئے جیسے کوئی ایندھن اکٹھا کرنے جاتا ہے یا پانی کا انتظام کرنے کے لئے جاتا ہے۔ مگر جب چل پڑے تو ان سے برداشت نہ ہوسکا اور تھوڑے فاصلہ پر جا کر انہوں نے اپنی بیوی اور بچے کی طرف دیکھا اور پھر چلے اور چند قدم اٹھائے تو محبت نے غلبہ پایا اور انہوں نے اپنی بیوی اور بچے پر نظر ڈالی۔ حضرت ہاجرہؓ اپنے خاوند کی ان حرکات سے سمجھ گئیں کہ یہ جدائی عارضی نہیں بلکہ معلوم ہوتا ہے یہ مستقل طور پر جا رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے چہرے پر رقّت کے آثار تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے تھے۔ حضرت ہاجرہؓ نے سمجھ لیا کہ بات کچھ اَور ہے۔ وہ گھبرا کر اٹھیں اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئیں اور کہا کہ کیا آپ ہم کو چھوڑے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ رِقّت کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکے۔ ان کا گلا پکڑا گیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ حضرت ہاجرہؓ کو یقین آ گیا کہ اب یہ ہم کو مستقل طور پر چھوڑے چلے جا رہے ہیں۔ چونکہ حضرت ہاجرہؓ کا پہلے بھی اپنی سَوت کے ساتھ جھگڑا ہو چکا تھا اس لئے انہیں خیال آیا کہ شاید یہ اس کی وجہ سے نہ ہو۔ پھر خیال آیا کہ چونکہ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اس لئے شاید اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو اس بات کا حکم نہ دیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ءَاللّٰهُ اَمَرَكَ۔ کیا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ایسا کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مگر غم کی وجہ سے ان سے بات نہیں کی گئی۔ حضرت ہاجرہؓ نے یہ سن کر کہا اگر خدا نے آپ کو یہ حکم دیا ہے تو خدا ہم کو چھوڑے گا نہیں۔ آپ بیشک چلے جائیں۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور بیٹے کو وہاں چھوڑا ہے اُس وقت مکّہ کوئی شہر نہیں تھا۔ وہاں کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ صرف ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک تھیلی کھجوروں کی وہ انہیں دے کر واپس چلے گئے اور اس لئے گئے کہ خدا نے ان سے کہا تھا کہ تُو اپنے بیٹے کو ہماری راہ میں ذبح کر۔ میرا کامل یقین ہے اور مَیں نے متواتر یہ بات بیان کی ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں اسے قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رؤیا میں جو یہ دیکھا تھا کہ مَیں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں اس سے مراد ظاہری ذبح کرنا نہیں تھا بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ ایک وقت آپ کو حکم دیا جائے گا کہ آپ اپنے بیٹے اسماعیل کو ایک ایسی وادیٔ غیر ذی زرع میں جا کر چھوڑ آئیں جہاں نہ پینے کے لئے پانی ہو اور نہ کھانے کے لئے غلّہ۔ ایک جنگل اور دہشتناک بیابان میں جہاں ہر وقت اس بات کا امکان تھا کہ بھیڑیا آئے اور انہیں کھا جائے۔ جہاں کھانے اور پینے کی کوئی چیز نہ تھی۔ جہاں رہائش کے لئے کوئی مکان نہیں تھا۔ جہاں سینکڑوں میل تک آبادی کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے اسماعیل کو چھوڑنا قتل سے کسی طرح کم نہیں تھا بلکہ زیادہ ہی تھا۔ قتل کرتے وقت تو مقتول کی ایک منٹ میں جان نکل جاتی ہے مگر یہاں اس بات کا امکان تھا کہ وہ بھوکے اور پیاسے کئی کئی دن تک تڑپ تڑپ اور سِسَک سِسَک کر جان دیں۔ پس میرے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خواب دیکھی تھی اس میں اسی طرف اشارہ تھا کہ ایک دن تمہیں حکم دیا جائے گا کہ جاؤ اور اسماعیلؑ کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ ایک ایسی جگہ پر جس میں کشش کے کوئی سامان نہیں، جس میں کھانے پینے کے کوئی سامان نہیں، جس میں رہائش کا کوئی سامان نہیں اپنا گھر بنائے۔ اور پھر اس گھر کو ترقی دے کر ایک بستی کی شکل دے اور اس بستی میں ایک ایسی قوم پلتی چلی جائے جس میں اس کا آخری نبی دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہو۔ اس غرض کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک جنگل کو چنا اور اس لئے چنا تا وہ خطّہ بیرونی دنیا کے تعّیش سے محفوظ رہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عرب میں بُت پرستی بھی تھی۔ بے دینی بھی تھی۔ بے حیائی بھی تھی۔ اور وہ قوم شرک کے انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ انسانیت کا جوہر جیسے عرب میں قائم تھا ویسا دنیا میں اور کہیں قائم نہیں تھا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ مکّہ کے لوگ ایک جنگل میں پڑے ہوئے تھے اور دنیوی تعیّش کے سامانوں سے بہت دُور تھے۔ بیشک ان میں بعض دولتمند بھی تھے مگر دنیا کی دولت کے مقابلہ میں ان کی دولت ایسی ہی تھی جیسے کسی احمدی کے پاس اگر لاکھ دو لاکھ روپے ہوں تو وہ اپنے آپ کو بہت بڑا امیر سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ یورپ کے کئی کارخانہ دار ایسے ہیں جن کے ملازموں کے پاس اس سے زیادہ دولت ہوتی ہے۔ مکّہ کی دولت بھی اس وقت کی معلومہ دنیا کی دولت کے مقابلہ میں بالکل حقیر تھی اور یہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت ہوا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ مکّہ میں ایک ایسی قوم بسا دے جو دولتمند دنیا اور عیش والی دنیا سے الگ رہتے ہوئے انسانی جوہروں کو قائم رکھ سکے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کا ایک بڑا ذریعہ یہی تھا کہ آپؐ کو عرب قوم مل گئی جس نے قربانی اور ایثار کا وہ نمونہ دکھایا جس کی مثال دنیا کے پردہ پر نہیں مل سکتی۔ انہوں نے جس رنگ میں اپنی جانوں کی قربانی پیش کی ہے اس کی مثال دنیا میں اَور کہیں نہیں ملتی۔ اس طرح وہ قوم اسلام کے پھیلنے اور اس کی اشاعت کا ایک ذریعہ بن گئی۔

بہرحال خانۂ کعبہ کی بنیاد رکھتے وقت اور اپنی اولاد کو وہاں بساتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی طاقت اور قوت حاصل نہیں تھی۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ خبر دی کہ خدا ایک نبی کو میری اولاد میں مبعوث کرے گا جو دنیا کے لئے مرجع ہو جائے گا اور جب انہوں نے دعا کی کہ الٰہی دنیا کے چاروں طرف سے لوگ یہاں آئیں اور حج کریں اور عبادت اور ذکر الٰہی میں اپنا وقت گزاریں اور تیرا نام بلند کریں اور تسبیح و تحمید کریں تو کیا انہیں طاقت حاصل تھی کہ وہ لوگوں کو کھینچ لاتے؟ وہ تو خود اپنی بیوی اور بچے کو وہاں مرنے کے لئے چھوڑ گئے تھے انہوں نے کسی اَور کو کیا لانا تھا؟ مگر پھر خدا نے مکّہ کی آبادی کے کیسے سامان کئے اور ان کی دعا کو کس حیرت انگیز رنگ میں پورا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب واپس چلے گئے تو چند دنوں کے بعد پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس کی شدت سے تڑپنے لگے۔ ماں سے اپنے بچہ کی حالت دیکھی نہ گئی تو انہوں نے صفا و مروہ پر چڑھ کر دیکھنا چاہا کہ شاید اِدھر اُدھر کوئی آدمی نظر پڑ جائے اور وہ ان کے لئے پانی کا انتظام کر دے یا پانی کا کچھ پتہ دے۔ مگر وہاں آدمی کہاں؟ آخر جب بہت بیتاب ہوگئیں تو انہیں کسی کی آواز سنائی دی۔ اس پر انہوں نے بلند آواز سے کہا اے خدا کے بندے تُو جو کوئی بھی ہے مَیں تجھے قسم دیتی ہوں کہ اگر تجھے پانی کا پتہ ہے تو مجھے بتا کیونکہ میرا بچہ پیاسا مر رہا ہے۔ اس کے جواب میں اس آواز دینے والے نے کہا۔ ہاجرہ! مَیں خدا کا فرشتہ ہوں۔ جا اور دیکھ کہ خدا نے اسماعیلؑ کے قدموں کے نیچے پانی کا ایک چشمہ پھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ وہ آئیں اور انہوں نے دیکھا کہ واقعہ میں زمین میں سے ایک چشمہ پھوٹ رہا ہے۔ یہی چشمہ زمزم کہلاتا ہے۔ اور اسی تبرّک کی وجہ سے لوگ اس کا پانی دُور دُور لے جاتے ہیں بلکہ بعض لوگ وہاں اپنا کفن لے جاتے اور زمزم کے پانی سے گیلا کر کے لے آتے ہیں۔ پھر جُرہم قبیلہ وہاں سے گزرا۔ اس قبیلہ کے آدمی چونکہ اسی راستہ سے یمن میں تجارت کے لئے جاتے تھے اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے ان میں سے بعض مر جاتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہاں پانی موجود ہے تو انہوں نے خواہش کی کہ یہاں ایک درمیانی پڑاؤ بنا لیا جائے۔ چنانچہ جُرہم قبیلہ کا رئیس حضرت ہاجرہؓ کے پاس آیا اور اس نے درخواست کی کہ ہمیں یہاں بسنے کی اجازت دی جائے ہم آپ کی رعایا بن کر رہیں گے۔ حضرت ہاجرہؓ نے اس کی اس درخواست کو منظور فرما لیا اور اس طرح وہ ایک درمیانی پڑاؤ بن گیا جہاں جُرہم قبیلہ کے اور بھی کئی لوگ رہنے لگ گئے۔ رفتہ رفتہ اس پڑاؤ نے ایک گاؤں کی شکل اختیار کر لی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسی قبیلہ کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ بھلا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس جنگل میں جہاں سینکڑوں میل تک آبادی نہ تھی کہاں سے بیوی لانی تھی۔ خدا نے ہی یہ سامان کیا کہ وہاں جُرہم قبیلہ کا ایک گاؤں بسا دیا۔ اس طرح ان کو بیوی بھی مل گئی اور ان کی اولاد کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکّہ آباد کیا تھا اُس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ یہ مکّہ کسی دن شہر بن جائے گا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ لوگ یہاں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنا وقت گزاریں گے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ شہر ہمیشہ محفوظ رہے گا اور اللہ اسے امن والا بنائے گا۔ اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ تمام باتیں ناممکن تھیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مکّہ شہر بنے گا۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مکّہ محفوظ رہے گا۔ مگر اصحاب الفیل کے حملہ کے وقت وہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ مکّہ ایک شہر بنے گا اور شہر بھی ایسا جو دشمن کے حملہ سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کر کے دکھا دیا۔

☆ مگر سوال یہ ہے کہ اصحاب الفیل کو اُس وقت تک کس نے حملہ کرنے سے روکے رکھا تھا؟ آخر کونسی طاقت تھی جو اس عرصۂ دراز میں مکّہ کی محافظ رہی۔ حضرت ابراہیمؑ اور اصحاب الفیل کے واقعہ کے درمیان کوئی 28 سو سال کا فرق تھا۔ یا بعض روایتوں کے لحاظ سے 22 سو سال کا فرق تھا۔ دو ہزار دو سو یا دو ہزار آٹھ سو سال تک مکّہ پر کوئی حملہ نہیں کرتا۔ دو ہزار دو سو سال تک مکّہ کے گرانے کی خواہش کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ دو ہزار دو سو سال تک خانۂ کعبہ کو منہدم کرنے کا جوش کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ نہ کسی یہودی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ نہ کسی عیسائی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ نہ کسی اور حکومت کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں ثمود کی حکومت آئی، عاد کی حکومت آئی۔ یہ بڑی بڑی حکومتیں تھیں اور ان کی طاقت بہت زیادہ تھی مگر کسی کو یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ وہ خانۂ کعبہ پر حملہ کرے۔ لیکن اِدھر

ربیع الاول میں محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوتے ہیں اور اُدھر دو ماہ پہلے ابرہہ حملہ کر دیتا ہے۔ اور اُس وقت خدا یہ نشان ظاہر کرتا ہے کہ وہ ابرہہ اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیتا ہے۔ اتنی مدّت تک کسی کو خانۂ کعبہ پر حملہ کرنے کا خیال نہ آنا اور اُس وقت آنا جب محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہونے والے تھے بتاتا ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے اُس وقت آخری حملہ تھا تاکہ پیشتر اس کے کہ اس انسان کا ظہور ہو جو دعائے ابراہیمی کے ماتحت پیدا ہونے والا تھا یہ جگہ ہی مٹا دی جائے اور ابراہیمی پیشگوئی کا دنیا میں ظہور نہ ہو۔ بہرحال اس پیشگوئی کا پورا ہونا اور ایسے حالات میں پورا ہونا جو بالکل مخالف تھے اور ایسے وقت میں پورا ہونا جب محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہونے والے تھے بتاتا ہے کہ اس پیشگوئی کی ایک کڑی اللہ تعالیٰ کے تصرف میں تھی اور اسی نے مخالف حالات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کیا۔ دعائے ابراہیمی میں صاف طور پر یہ الفاظ آتے ہیں کہ الٰہی تُو میری اولاد میں سے ایک ایسا انسان مبعوث کر جو دنیا کو ہدایت دینے والا ہو اور ساتھ ہی یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خانۂ کعبہ کو محفوظ رکھے۔ یہ دونوں دعائیں اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت کے ماتحت ایک ہی وقت میں پوری ہوتی ہیں۔ محرّم میں خانۂ کعبہ کو برباد کرنے والا دشمن اٹھتا ہے۔ اور ربیع الاول میں وہ شخص پیدا ہو جاتا ہے جو کہتا ہے کہ مَیں دعائے ابراہیمی کا مصداق ہوں ۔مگر 22 سو سال تک نہ کسی نے خانۂ کعبہ پر حملہ کیا اور نہ کسی نے یہ کہا کہ مَیں دعائے ابراہیمی کا مصداق ہوں۔ کیا یہ سب کچھ اتفاق ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ کو تم اتفاق کہہ لو مگر کیا ابرہہ کے حملہ کو بھی کوئی اتفاق کہہ سکتا ہے؟ یقیناً اگر تعصّب سے کام نہ لیا جائے تو نہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ کو اتفاق کہا جا سکتا ہے اور نہ ابرہہ کے حملہ کو اتفاق کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اس کے ازلی فیصلہ کے مطابق ہوا۔ پیشگوئی کا پورا ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ حالات قطعی طور پر مخالف تھے۔ اور کوئی انسان محض اپنی عقل سے قیاس کر کے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ پیشگوئی پوری ہو جائے گی۔ مگر ناممکن حالات کو ممکن بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ اگر اس دنیا میں ایسے نظارے نظر آسکتے ہیں تو کیا اُس خدا کی بتائی ہوئی وہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہو سکتیں جو اگلے جہان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر اِن پیشگوئیوں کا پورا ہونا ممکن ہے تو اگلے جہان سے تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں کا پورا ہونا کیوں ممکن نہیں۔

☆ غرض اللہ تعالیٰ نے **هُمَزَة** اور **لُمَزَة** کے ساتھ اس سورۃ کو جوڑ کر اس اعتراض کو ردّ کیا ہے جو کفار کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ اگلے جہان کے متعلق جو خبریں دی گئی ہیں وہ ہم کس طرح مان لیں۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ دعائے ابراہیمی کونسی ممکن تھی۔ اسماعیل کا موت سے بچ جانا کونسا ممکن تھا۔ خانۂ کعبہ کا بن جانا اور سارے عرب کی توجہ کا اس کی طرف پھر جانا کونسا ممکن تھا۔ 28 سو سال کے بعد ایک جرار لشکر کے دل میں خانۂ کعبہ پر حملہ کرنے اور اسے گرا دینے کا احساس پیدا ہونا کونسا ممکن تھا۔ اس دشمن کا تباہ ہونا کونسا ممکن تھا اور پھر اس دشمن کی تباہی کے عین دو ماہ بعد اس شخص کا پیدا ہو جانا جس کی خاطر خانۂ کعبہ کو بسایا گیا تھا کونسا ممکن تھا۔ اگر یہ ساری ناممکن باتیں ممکن ہو گئی ہیں تو اگلے جہان کی باتوں پر تم کیا اعتراض کرتے ہو۔ جس خدا نے یہ باتیں پوری کی ہیں وہی اگلے جہان کی باتوں کو بھی پورا کر دے گا۔

غرض قرآن کریم کا یہ طریق ہے کہ وہ اس دنیا کی خبروں اور اگلے جہان کی خبروں کو ملا کر بیان کرتا ہے۔ اسی طرح جزا و سزا اور تبشیر و انذار کی خبروں کو بھی ملا کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ قریب الفہم ہو جائیں مثلاً اگلے جہان کی دوزخ اور اگلے جہان کی جنت کی حقیقت انسانی سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک وہ اِس جہان سے تعلق رکھنے والی انذاری خبروں اور بشارتوں کو پورا ہوتے نہ دیکھ لے۔ جب وہ اِس جہان سے تعلق رکھنے والی خبروں کو پورا ہوتے دیکھ لیتا ہے تو اس کے دل میں خود بخود یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ جب یہ ناممکن باتیں ممکن ہو گئی ہیں تو اگلے جہان سے تعلق رکھنے والی خبریں بھی ضروری پوری ہو کر رہیں گی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

(مَیں) اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جو بے حد کرم کرنے والا (اور بار بار رحم کرنے والا ہے (شروع کرتا ہو)۔

☆ بسم اللہ کی آیت تمام سورتوں میں مشترک ہے جو ہر سورۃ سے پہلے آتی ہے۔ میری تحقیق کے مطابق بسم اللہ مضامینِ سورۃ کھولنے کی کنجی ہے اور اس میں ایسے گُر بتائے گئے ہیں جن سے اگلی سورۃ کے مضامین خود بخود کھل جاتے ہیں۔ بڑی چیز جو بسم اللہ کے ذریعہ ظاہر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر سورۃ میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوتی ہے جو غیر معمولی ہوتی ہے۔ مثلاً یا وہ غیر معمولی ہوتی ہے عقیدہ کے لحاظ سے۔ یعنی دنیا کے عقائد کچھ اور ہوتے ہیں اور قرآن کریم کوئی اور عقیدہ پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے دنیا کہہ دیتی ہے کہ یہ غلط ہے۔ یا وہ غیر معمولی ہوتی ہے آئندہ واقعات کے لحاظ سے۔ یعنی اس میں ایسی پیشگوئی ہوتی ہے جو حیرت انگیز ہوتی ہے۔ یا وہ غیر معمولی ہوتی ہے پرانے اخبار کے لحاظ سے۔ یعنی تاریخ کچھ اور کہتی ہے مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ صحیح نہیں اصل واقعہ یوں ہے۔ یا غیر معمولی ہوتی ہے اس لحاظ سے کہ دنیوی قانونِ قدرت جو لوگوں نے سمجھ رکھا ہوتا ہے اس کے خلاف ہوتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے یہ بات سائنس کے خلاف کہہ دی ہے۔ بہرحال کوئی نہ کوئی غیر معمولی بات اس میں آجاتی ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر سورۃ سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو رکھا ہے۔ یعنی مَیں اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں جو بغیر کسی محنت اور کوشش کے اور بغیر کسی استحقاق کے سامان مہیا کرتا ہے۔ پھر وہ ایسا خدا ہے کہ جب کوئی شخص اس کے پیدا کردہ سامانوں سے کام لیتا ہے تو وہ اس کی کوشش کا بہتر سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔ جیسے دنیا میں بعض دفعہ بڑے آدمی کو گواہی کے طور پر پیش کر دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر سورۃ سے پہلے اپنے آپ کو بطور گواہ پیش کیا ہے۔

☆ قرآن کریم میں چونکہ غیر معمولی مطالب آتے ہیں اس لئے ہر سورۃ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ رکھ دی ہے، یہ بتانے کے لئے کہ تم کہو گے کہ یہ تو غیر معمولی باتیں ہیں ہم کیسے مان لیں کہ اس طرح ہو کر رہے گا۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ان خبروں کا بتانے والا کوئی انسان نہیں بلکہ ہم جو زمین و آسمان کے مالک ہیں یہ خبر دے رہے ہیں اس لئے ان خبروں کی سچائی پر تمہیں بہرحال ایمان رکھنا چاہئے۔ یہی حکمت ہے جس کی بنا پر ہر سورۃ سے پہلے بسم اللہ رکھ دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ تم کو اگر اس میں کوئی غیر معمولی یا ناممکن بات نظر آئے یا آئندہ کے متعلق کوئی پیشگوئی ہو جس کا پورا ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہو تو تم اس کو غلط مت سمجھو۔ اس لئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ کتنا بڑا دعویٰ ہے جو قرآن کریم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ دنیا کی اور الہامی کتب میں سے ہر کتاب الٰہی ہونے کا تو دعویٰ کرتی ہے مگر وہ کتاب کے ہر ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرار نہیں دیتی۔ عیسائی خود اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے کہ انجیل میں فلاں فلاں بات غلط ہے اور پھر کہتا ہے کہ انجیل خدا کی کتاب ہے۔ اور جب اس سے پوچھا جائے کہ یہ کیا۔ ایک طرف تو تم انجیل کی بعض باتوں کو غلط قرار دیتے ہو اور دوسری طرف اسے الٰہی کتاب کہتے ہو؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ انجیل صرف اپنی مجموعی حیثیت میں خدا کی کتاب ہے۔ یہ نہیں کہ اس کا ہر ٹکڑہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی طرح یہودی اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے کہ بائبل کی فلاں فلاں بات غلط ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ بائبل خدا کی کتاب ہے۔ اور جب اُس سے پوچھا جائے کہ وہ کیوں ایسا متضاد دعویٰ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ بائبل بحیثیت مجموعی خدا کی طرف سے ہے۔ یہ نہیں کہ اس کا ہر ٹکڑہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کریم کی یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس نے ہر ٹکڑا اسے پہلے بسم اللہ نازل کر کے یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ اس کا ہر ٹکڑہ میری طرف سے ہے۔ یہ بھی میری طرف سے ہے اور وہ بھی میری طرف سے ہے۔ تا کوئی شخص بائبل یا انجیل کی طرح یہ نہ کہہ سکے کہ فلاں ٹکڑہ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ نعوذ باللہ انسانوں نے اس میں ملا دیا ہے۔

گویا بسم اللہ نے قرآن کریم کے ہر ٹکڑے پر مہر لگا دی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ کہ اگر کوئی ایک ٹکڑہ بھی غلط نکلے تو یہ کتاب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ بائبل پر ایمان رکھنے والا کہہ دیتا ہے کہ بائبل کا جو حصہ پورا ہو رہا ہے یہ خدا کی طرف سے ہے اور جو حصہ پورا نہیں ہو رہا یہ انسانوں کی طرف سے ہے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ اگر اس کتاب کا کوئی ایک ٹکڑہ بھی پورا نہیں ہوتا تو تم سمجھ لو کہ ساری کی ساری کتاب خدا کی طرف سے نہیں۔ غرض بسم اللہ نے قرآن کریم کے ہر ٹکڑے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ڈال دی ہے اور بار بار وہ اس ذمہ داری کا اظہار کرتا ہے۔ بے شک بائبل بھی خدا تعالیٰ کی کتاب ہے مگر اس کے باوجود بائبل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں ایسے حصے ہیں جو انسانوں نے اپنے ہاتھ سے اس میں ملا دیئے ہیں۔ اسی طرح انجیل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے مگر اس کے باوجود اس میں ایسے ٹکڑے بھی ہیں جن کے متعلق عیسائی کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ یہی مشکل قرآن کریم کے متعلق بھی پیش آسکتی تھی۔ اگر ایک دفعہ ہی قرآن کریم میں بسم اللہ آتی تو ہو سکتا تھا کہ بعض مسلمان اپنی بے ایمانی میں یہ کہہ دیتے کہ فلاں ٹکڑہ خدا کی طرف سے نہیں بعض انسانوں نے اس میں ملا دیا ہے۔ اس نقص کے ازالہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر ٹکڑہ سے پہلے بسم اللہ نازل کر دی ہے اور اس طرح بتایا ہے کہ قرآن کریم سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بائبل کی اگر ایک آیت غلط ثابت ہو جائے تو یہودی یہ نہیں مانے گا کہ ساری بائبل غلط ہے ۔انجیل کی اگر ایک آیت غلط ثابت ہو جائے تو عیسائی یہ نہیں مانے گا کہ ساری انجیل غلط ہے۔ لیکن قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ ہم دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کرتے ہیں کہ اس کا ایک ایک ٹکڑہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی بڑی سے بڑی سورۃ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر کوئی ایک ٹکڑہ بھی غلط ثابت ہو جائے تو سمجھ لو کہ سارا قرآن غلط ہے خدا نے اسے نازل نہیں کیا۔ یہ کتنا عظیم الشان دعویٰ ہے جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی الہامی کتاب نہیں ٹھہر سکتی۔ دنیا میں لوگ اپنی ذمہ داریاں کم کیا کرتے ہیں مگر قرآن کریم نے بار بار بسم اللہ نازل کر کے اپنی ذمہ داریوں کو بہت بڑھا لیا ہے۔ اگر ایک دفعہ بسم اللہ آتی تو خیال کیا جا سکتا تھا کہ کچھ ٹکڑے ایسے بھی ہوں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوں۔ مگر ہر سورۃ سے پہلے بسم اللہ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کوئی ٹکڑہ بھی ایسا نہیں جس کی صداقت کی ذمہ داری ہم نہ لیتے ہوں۔ اس لئے کسی ایک ٹکڑے کا غلط ہونا درحقیقت سارے قرآن کا غلط ہونا ہے۔ مگر کوئی ایک ٹکڑہ بھی ایسا ثابت نہیں کیا جا سکتا جو غلط ہو اور جس کی صداقت دنیا پر واضح نہ کی جا سکتی ہو۔ غرض یہ آیت قرآن کریم کے مشترک مضامین کی کنجی اور اس کے ہر ٹکڑہ کے خدا کی طرف سے نازل ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے۔

☆ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں اسلامی عقیدہ کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی اس دنیا میں ہے وہ خدا کا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے خدا کرتا ہے۔ کوئی چیز خدا تعالیٰ کے اختیار سے باہر نہیں اور کسی بات میں خدا تعالیٰ کسی دوسرے کی امداد کا محتاج نہیں۔ ہر چیز جو ماسوی اللہ ہے وہ خدا تعالیٰ کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ اسی کو عربی زبان میں توکّل کہتے ہیں۔ یعنی اس عقیدہ کے مطابق انسانی عمل کا نام اسلامی اصطلاح میں توکّل ہے۔ پس بسم اللہ الرحمن الرحیم میں توکّل علی اللہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم خدا سے مدد مانگتے ہوئے، ایسے خدا سے مدد مانگتے ہوئے جس نے سب کے سب سامان بغیر کسی محنت اور کوشش اور تدبیر کے مہیا کر کے دیئے ہیں اور جو ان سامانوں سے کام لینے پر پھر اچھے سے اچھا اور ہمیشہ اور بار بار نتیجہ خیز بدلہ دیتا ہے اس کام کو شروع کرتے ہیں۔ یہ مختصراً ترجمہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کی تفسیر کی جائے تو اسی پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ گویا اس چھوٹی سی آیت میں یہ پیش کیا گیا ہے کہ حال خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ جب انسان کہتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مَیں خدا سے مدد مانگتا ہوں۔ تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ یہ زمانہ جس میں مَیں ہوں اور کام کرنا چاہتا ہوں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اگر حال خدا تعالیٰ کے اختیار میں نہیں تو وہ مدد کس سے مانگتا ہے۔ مدد اسی سے مانگی جاتی ہے جس کے قبضہ و تصرف میں حال کا زمانہ ہو۔ پس اگر میں کام کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں تو درحقیقت مَیں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں خدا تعالیٰ کو طاقت حاصل ہے۔ پھر الرَّحۡمٰن کا لفظ آتا ہے۔ یعنی مَیں اس سے مدد مانگتا ہوں جو رحمٰن ہے۔ رحمٰن کے معنے ہیں بغیر کوشش محنت اور خدمت کے ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا۔ گویا رحمانیت کے

Morden Motor(UK)
Specialists in
Electrical & Mechanical
Repairs & Diagnostics, Servicing,
Tyres, Exhausts, Engines, Gear Box,
Breaks, MOT Failure work, A-C
All Makes & Models
Rear 22-26 Morden Hall Road,
Unit 2 Morden **SM4 5JF**
Contact: Nusrat Rai@ 07809119621
E: mordenmotor@yahoo.com

ماتحت وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو بغیر کسی محنت اور کوشش کے انسانوں کو ملتی ہیں۔ رحمانیت میں آسمان کی پیدائش بھی شامل ہے رحمانیت میں زمین کی پیدائش بھی شامل ہے۔ رحمانیت میں پانی بھی شامل ہے۔ رحمانیت میں ہوا بھی شامل ہے۔ رحمانیت میں انسان کا اپنا جسم بھی شامل ہے۔ رحمانیت میں اس کے تمام قویٰ مثلاً ناک کان اور آنکھیں وغیرہ بھی شامل ہیں۔ رحمانیت میں حیوانات بھی شامل ہیں۔ رحمانیت میں جمادات بھی شامل ہیں۔ رحمانیت میں چاند اور ستارے وغیرہ بھی شامل ہیں۔ غرض جو کچھ بھی اس دنیا میں پایا جاتا ہے جس کے بنانے میں ہم نے محنت نہیں کی وہ رحمانیت کا نتیجہ ہے اور ہر چیز جس کے بنانے میں ہم نے ہاتھ ہلایا ہے وہ رحیمیت ہے۔ دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں۔ یا تو ایسی چیزیں ہیں جن کے بنانے میں انسان نے حصہ نہیں لیا۔ یا ایسی چیزیں ہیں جن کے بنانے میں انسان نے حصہ لیا ہے۔ وہ چیزیں جن کے بنانے میں انسان نے حصہ نہیں لیا وہ رحمانیت کی صفت کے ماتحت آتی ہیں۔ ان کے لئے کیوں رحمانیت کا لفظ بولا گیا ہے؟ کیوں نہیں کہا گیا کہ کچھ چیزیں خدا نے بنائی ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن میں بندوں کی محنت اور ان کی کوشش کا دخل ہے۔ کیوں خدا نے یہ نہیں کہا اور لفظ رحمٰن سے اس مفہوم کو ادا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ لفظ بولے جاتے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو خدا نے پیدا کی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو بندوں نے بنائی ہیں تو ان الفاظ سے یہ نتیجہ تو نکلتا کہ ان پیدا کی ہوئی اشیاء میں سے کچھ چیزیں خدا کی بھی ہیں مگر یہ نتیجہ نہ نکلتا کہ جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں وہ سب کی سب انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ سوال بہرحال باقی رہ جاتا کہ وہ چیزیں جو خدا نے بنائی ہیں وہ کسی فائدہ کے لئے ہیں یا ان میں سے کچھ بے فائدہ بھی ہیں۔ مگر رحمانیت کے لفظ نے بتا دیا کہ وہ سب کی سب ہمارے فائدہ کے لئے ہیں۔ رحم کا لفظ کسی کو فائدہ پہنچانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ یونہی نہیں بولا جاتا۔ مثلاً اگر سورج چمک رہا ہو تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بڑا رحم کر رہا ہے۔ کیونکہ رحم میں دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ اوّل دوسرے کے فائدہ کا کام کرنا۔ دوم اس نیت سے کرنا کہ دوسرے کو فائدہ پہنچے۔ فرض کرو کوئی شخص جا رہا ہے اور اس کی جیب سے اتفاقاً ایک پیسہ گر گیا ہے۔ کسی اور نے اٹھا لیا ہے۔ اب اسے فائدہ تو پہنچ گیا مگر کیا کوئی شخص اس وجہ سے کہ اس کے پیسہ سے دوسرے نے فائدہ اٹھا لیا ہے یہ کہے گا کہ وہ بڑے رحم کرنے والے انسان ہیں۔ پس رحم کے معنوں میں صرف یہی بات شامل نہیں ہوتی کہ دوسرے کو فائدہ پہنچے بلکہ اس میں یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی نیت بھی ہو۔ پس رحمٰن کا لفظ بول کر بعض زائد امور بیان کئے گئے ہیں جو اس لفظ کے بغیر ادا نہیں ہو سکتے تھے۔ یعنی یہی نہیں کہا گیا کہ خدا نے ایسی چیزیں پیدا کی ہیں جن کے پیدا کرنے میں انسان کا دخل نہیں۔ بلکہ خدا نے ان چیزوں کو پیدا ہی انسان کے فائدہ کے لئے کیا ہے اور اس نیت سے پیدا کیا ہے کہ انسان ان سے فائدہ اٹھائے۔ رَحِیْم فَعِیْل کے وزن پر ہے اور یہ وزن تواتر اور لمبے زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور رحمٰن فَعْلَان کے وزن پر ہے اور وسعت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

................(باقی آئندہ)

☆...☆...☆

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 09 جنوری 2016ء بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا:۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت میں دو نکاحوں کے اعلان کروں گا۔ پہلا نکاح عزیزہ عالیہ ندیم ظفر بنت مکرم ندیم احمد ظفر صاحب کینیڈا کا ہے جو عزیزم قاصد نصیر وڑائچ معلم جامعہ احمدیہ کینیڈا ابن مکرم مبارک نذیر وڑائچ صاحب کے ساتھ پانچ ہزار کینیڈین ڈالر حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا:۔

اگلا نکاح عزیزہ عمارہ احمد خان واقفۂ نو کا ہے جو بشیر احمد خان صاحب کی بیٹی ہیں۔ یہ عزیزم وقاص احمد ابن مکرم احمد جری اللہ خان صاحب جرمنی کے ساتھ چھ ہزار یورو حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا اور پھر فرمایا:

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان نکاحوں کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور دونوں فریقین کو، لڑکے کو بھی لڑکی کو بھی اور ان کے خاندانوں کو بھی اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک نکاح مربی سلسلہ بننے والے کا ہے اور دوسری واقفۂ نو لڑکی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے واقفات نو اور واقفین نو کی تعداد ہر سال بڑھتی جا رہی ہے اور لوگ اپنے بچوں کو پیش کرتے ہیں لیکن حقیقی واقفین نو اور واقفات نو اور جامعہ میں تعلیم حاصل کرنے والے وہی لوگ ہیں جو اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقویٰ پر چلنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اور اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے جب بلوغت کی عمر کو پہنچتے ہیں، جب رشتے ہوتے ہیں، شادیاں ہوتی ہیں اس وقت ان حقوق وفرائض کو بھی ادا کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایک عائلی زندگی کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کو نبھانا ہے۔

اللہ کرے کہ یہ آج قائم ہونے والے رشتے ان باتوں کا خیال رکھنے والے ہوں اور نہ صرف خود بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی ایسے رنگ میں تربیت کریں جس سے نیک اور خادم سلسلہ پیدا ہوتے رہیں۔ اور خلافت کے وفادار پیدا ہوتے رہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوتے رہیں اور آنحضرت ﷺ کے جھنڈے کو دنیا میں گاڑنے والے پیدا ہوتے رہیں۔

اب دعا کر لیں۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان مربی سلسلہ۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

☆...☆...☆

بقیہ: بدرسوم۔ گلے کا طوق... از صفحہ نمبر 14

کا نتیجہ ہو گا پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظام میں خواہ وہ مشابہ جنگ وجدل ظاہری ہو یا باطنی۔ اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی ہماری ہدایت پانے کے لئے یہ آیتِ کریمہ موصوفہ بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ اللہ جل شانہ اس آیت میں ہمیں عام اختیار دیتا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں مؤثر اور بہتر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو۔ پس اب ظاہر ہے کہ اس احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار دین کو جو دن رات اعلاء کلمہ اسلام کے فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حُبُّ الْاَنْصَارِ مِنَ الْاِیْمَانِ ان کو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کی روحانی صورتیں مسخ شدہ ہیں... افسوس کہ یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مدّ میں داخل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک وقت اور زمانہ انتظامات جدیدہ کو چاہتا ہے۔ اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی جب اصل سنت محفوظ ہو اور اسی کی حفاظت کے لئے بعض تدابیر کی ہمیں حاجت پڑے تو کیا وہ تدابیر بدعت کہلائیں گی معاذ اللہ ہرگز نہیں بدعت وہ ہے جو اپنی حقیقت میں سنتِ نبویہ کے معارض اور نقیض واقع ہو اور آثار نبویہ میں اس کام کے کرنے کے بارہ میں زجر اور تہدید پائی جائے۔ اور اگر صرف جدتِ انتظام اور نئی تدبیر پر بدعت کا نام رکھنا ہے تو پھر اسلام میں بدعتوں کو گنتے جاؤ کچھ شمار بھی ہے۔ علم صرف بھی بدعت ہو گا اور علم نحو بھی اور علم کلام بھی اور حدیث کا لکھنا اور اس کا مبوّب اور مرتب کرنا سب بدعات ہوں گے۔ ایسا ہی ریل کی سواری میں چڑھنا، کلوں کا کپڑا پہننا، ڈاک میں خط ڈالنا، تار کے ذریعہ کوئی خبر منگوانا اور بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا تمام یہ کام بدعات میں داخل ہوں گے بلکہ بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا نہ صرف بدعت بلکہ ایک گناہِ عظیم ٹھہرے گا کیونکہ ایک حدیث صحیح میں ہے کہ آگ کے عذاب سے کسی کو ہلاک کرنا سخت ممنوع ہے۔ صحابہ سے زیادہ سنت کا متبع کون ہو سکتا ہے مگر انہوں نے بھی سنت کے وہ معنی نہ سمجھے جو میاں رحیم بخش نے سمجھے۔ انہوں نے تدبیر اور انتظام کے طور پر بہت سے ایسے کام کئے کہ جو نہ آنحضرت ﷺ کے فرمائے اور نہ قرآن کریم میں وارد ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محدثات ہی دیکھو جن کا ایک رسالہ بنتا ہے۔ اسلام کے لئے ہجری تاریخ انہوں نے مقرر کی اور شہروں کی حفاظت کے لئے کوتوال مقرر کئے اور بیت المال کے لئے ایک باضابطہ دفتر تجویز کیا۔ جنگی فوج کے لئے قواعد رخصت اور حاضری ٹھہرائے اور ان کے لڑنے کے دستور مقرر کئے اور مقدماتِ مال وغیرہ کے رجوع کے لئے خاص خاص ہدایتیں مرتب کیں اور حفاظتِ رعایا کے لئے بہت سے قواعد اپنی طرف سے تجویز کر کے شائع کئے اور خود کبھی کبھی اپنے عہدِ خلافت میں پوشیدہ طور پر رات کو پھرنا اور رعایا کا حال اس طرح سے معلوم کرنا اپنا خاص کام ٹھہرایا۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 609 تا 612)

☆☆☆☆☆

بقیہ: خطاب حضور انور از صفحہ نمبر 4

رہے ہیں ان سب سے بچنے کے لئے ہم ہی ہیں جنہوں نے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کر کے ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دُور جانے اور بدظنیوں کی وجہ سے جو دلوں میں بغض اور کینے پیدا ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کو دل کی گہرائی سے ہدایت کا منبع نہ سمجھنے کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ سے دُوری پیدا ہو گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی طاقتوں کا ادراک نہ ہونے کی وجہ سے جو دلوں میں سختی پیدا ہو گئی ہے اس کو آج اگر کوئی دُور کر سکتا ہے اور اپنے عملی نمونے دکھا سکتا ہے اور دعاؤں سے اپنی اور معاشرے کی قسمت پلٹ سکتا ہے وہ صرف احمدی ہے۔ کیونکہ ایک احمدی ہی ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اللہ تعالیٰ کی ذات کا صحیح فہم اور اِدراک میسر آ گیا ہے۔ پس آج آپ کی دعائیں ہی ہیں جو نہ صرف ان برائیوں سے آپ کو اور آپ کی نسلوں کو بچانے والی ہوں گی اور ان دعاؤں کی قبولیت کی وجہ سے جو خالص ہو کر خدا سے ہدایت پانے کے لئے کی جائیں ہم نہ صرف اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بچا رہے ہوں گے بلکہ کل دنیا کی ہدایت کا باعث بھی بن رہے ہوں گے۔ آپ کی دعاؤں اور عمل سے معاشرے کو بھی ہدایت کے راستے نظر آنے شروع ہو جائیں گے۔ معاشرے کو بھی ان خوبیوں کا پتا چل رہا ہو گا جن کی تعلیم ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دی ہے اور جس کو اس زمانے میں ایک عرصے کے بعد نکھار کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو توفیق دے کہ ان دعاؤں کے ساتھ خود بھی ہدایت کے راستوں پر چلنے والے ہوں۔ پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والے ہوں۔ بلکہ اپنے ماحول کو اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو بھی ہدایت کے راستے دکھانے والے ہوں اور تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے والے ہوں کیونکہ اب دنیا کی ہدایت اور امن کی ضمانت صرف یہی ایک جھنڈا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے اور جلسے کے یہ دن آپ میں انقلابی تبدیلیاں لانے والے ثابت ہوں اور ہم قبولیت دعا کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔ ہم میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا بھی وارث بنے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔ اب دعا کر لیں۔ (دعا)

☆☆☆

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: تیس (30) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (45) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (65) پاؤنڈز سٹرلنگ
(مینیجر)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

....

حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 4 اپریل 2012ء میں مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کے قلم سے حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ (یکے از صحابہ 313) کی سیرت وسوانح پر ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

حضرت بابو شاہ دین صاحب ولد مکرم میاں شیخ احمد صاحب مرحوم دراصل ساہووالہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے لیکن محکمہ ریلوے میں ملازمت کی وجہ سے جہلم، راولپنڈی، مردان وغیرہ مختلف علاقوں میں مقیم رہے۔ بیعت سے پہلے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے مرید تھے۔ قبول احمدیت کے بعد حضورؑ کے جاں نثار صحابہؓ میں سے ثابت ہوئے اور مہینوں رخصت لے کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں قادیان حاضر ہوتے۔ آپؓ نے نیکی اور تقویٰ میں بہت ترقی کی اور احمدیت کا نہایت عمدہ نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جس کے نتیجے میں متعدد سعید روحوں کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔

حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ کی بیعت کا قطعی علم نہیں کہ کس سال میں کی۔ 1896ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں اپنے 313 کبار صحابہ کے اسماء کی فہرست شامل فرمائی جس میں آپؓ کا نام 208 نمبر پر موجود ہے۔

حضرت اقدسؑ نے اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' میں بھی اپنی جماعت کے معززین اور مخلصین کی ایک فہرست شامل فرمائی ہے جس میں حضرت بابو صاحبؓ کا نام 75ویں نمبر پر ''منشی شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر دینا ضلع جہلم'' موجود ہے۔

حضرت بابو صاحبؓ ایک پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔ آپؓ جہاں رہے احمدیت کے داعی بن کر رہے۔ تبلیغ میں برکت کے لئے آپؓ حضرت اقدسؑ سے بھی اپنے مباحثات و مکالمات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ اپنی 25 نومبر 1901ء کی ڈائری میں حضور علیہ السلام کی سیر کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سیر میں سٹیشن ماسٹر مردان (مراد حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ۔ ناقل) کے بعض لوگوں سے مباحثہ وغیرہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ **مباحثہ قولی کی بجائے مباحثہ عملی زیادہ مؤثر اور مفید ہوتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو اپنا عمدہ نمونہ دکھانا چاہئے، تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔ تقویٰ سے ظفرمندی، قرب خدا اور رعب پیدا ہوتا ہے۔''**

حضرت بابو صاحبؓ اخبار الحکم و بدر کی بھی خوب اشاعت کرتے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''بابو شاہ دین صاحب... ہمارے اخبار کے پرانے سرپرست سچے خیرخواہ ہیں، الحکم میں متعدد مرتبہ آپ کا تذکرہ ہوا ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک یہ خوبی عطا کی ہے کہ وہ جہاں کہیں جاتے ہیں کسی نہ کسی شخص کو سلسلہ عالیہ کی طرف لانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ وہ اپنے عزیز الحکم کو کبھی نہیں بھولتے بلکہ ان کا مقولہ ہے کہ میں الحکم کی خریداری قومی نشان سمجھا کرتا ہوں اور ہر نئے احمدی کو اس کی خریداری پر توجہ دلانا اپنا فرض۔ غرض الحکم کی توسیع اشاعت کے فرض سے وہ غافل نہیں رہتے...۔''

آپؓ کی اسی نیکی کا ذکر حضرت عرفانی صاحبؓ نے بعض اور جگہوں پر بھی کیا ہے مثلاً لکھتے ہیں:

(1) منشی شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر مردان اس سلسلہ میں قابل قدر شخص ہیں، تبلیغ واشاعت کا سچا شوق رکھتے ہیں جہاں جاتے ہیں ایک جماعت ضرور بنا دیتے ہیں۔

(2) ہم اپنے مکرم بھائی بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر کے شکرگزار ہیں جنہوں نے مردان جیسے مقام پر عہد کیا ہے کہ کم ازکم الحکم کے دس پرچے جاری کرائیں گے... بابو شاہ دین صاحب نے اپنے اخلاق اور چال چلن کا مردان میں ایسا اچھا نمونہ دکھایا ہے کہ انہوں نے اکثر لوگوں کو اپنا گرویدہ اور اس سلسلہ عالیہ کا عاشق زار بنالیا ہے۔

23 مئی 1902ء کو حضرت بابو صاحبؓ نے حضرت اقدس علیہ السلام کے نام اپنے ایک خط میں اپنے ایک مباحثہ کا تفصیلی ذکر کیا۔ اس خط کے چند حصّے ملاحظہ کیجئے۔ حضرت بابو صاحبؓ لکھتے ہیں:

''میرے پیارے آقا مرشد ومولا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود دام اللہ برکاتکم

...ازیں صوب کمترین شاہ دین آداب بندگانہ و تسلیمات غلامانہ کے ساتھ عرض پرداز ہے کہ چند روز ہوئے کہ ... جو اپنے تئیں کسی شیطانی القا کی بنا پر خلیفۃالمسیح بواسطہ خواجہ خضر ظاہر کرتا ہے اور حضورؑ کے مقابل دو ایک اشتہار بھی بغرض مقابلہ دے چکا ہے، یہاں مردان میں آیا اور مقامی دیسی حکام ودیگر اہلکاروں میں یہ شور مچانا شروع کیا کہ مَیں نے تین چار اشتہار مرزا صاحب کے مقابل شائع کئے ہیں اور خود بھی اسی غرض سے بٹالہ تک گیا ہوں تا اگر وہ لکھیں تو قادیان ہی میں پہنچ کر ان کا مقابلہ کروں مگر مرزا صاحب نے جواب تک نہیں دیا اور اس جواب نہ دینے کو حضور کے فرار اور عجز کی طرف محمول کیا۔

آخر جب یہ زہر اُس نے عوام الناس میں بھی پھیلانا چاہا تو برادرم میاں محمد یوسف صاحب اپیل نویس نے بذریعہ رقعہ خاکسار کو اس شور وفساد سے اطلاع دی اور مجھے بلایا تا ہم دونوں جا کر اس کے دعاوی اور مقاصد دریافت کریں...''۔

اس کے بعد آپؓ نے سارے مباحثہ کی روداد لکھی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے لاجواب کردیا اور پھر وہ خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد بٹالہ کے رہنے والے میاں حسین بخش صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی آمد کا ذکر کر کے خط میں لکھا ہے کہ انہوں نے ہمارے مباحثہ کا حال سن کر اس خودساختہ خلیفہ کو کہا کہ: ''آپ اس خیالِ مقابلہ کو چھوڑ دیں، آپ تو مرزا صاحب کے مریدوں سے بھی تاب مقابلہ نہیں رکھتے''۔

حضرت بابو صاحبؓ کی قولی وفعلی تبلیغ کے اثرات کے حوالہ سے حضرت ملک محمود خان صاحبؓ رئیس معیار ضلع مردان (وفات 2 جنوری 1959ء) رقمطراز ہیں کہ 1901ء میں حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ مردان کے ریلوے سٹیشن کے پہلے سٹیشن ماسٹر مقرر ہوئے۔ وہ نہایت مخلص، دیندار اور بااخلاق احمدی تھے اور احمدیت کے قابل قدر مبلغ تھے، جن کی جدوجہد سے بگٹ گنج مردان میں جماعت احمدیہ کی بنیاد پڑی۔ آپ مہمان نواز اور جاذب شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے نیک نمونہ اور حسنِ اخلاق سے نوشہرہ سے لے کر درگئی تک اکثر ریلوے ملازم احمدیت میں داخل ہوئے۔

مردان میں بعض شریر النفس لوگوں کی طرف سے حضرت بابو صاحبؓ کو سخت ایذائیں دی گئیں اور آخر اُن کی شرارت سے آپؓ کی تبدیلی کردی گئی۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور جب اُن کی تکالیف اور مصائب کا ذکر ہوا تھا تو حضور علیہ السلام نے صبر اور استقامت کی تعلیم دی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر خدا تعالیٰ نے اظہار حق کیا۔ افسران بالا نے ازخود تفتیش کی اور انجام کار آپؓ ترقی پا کر گوجرخان (ایک عمدہ سٹیشن پر) تبدیل ہوئے۔ بابو صاحبؓ کی اس کامیابی کا سُن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''عاقبت متقی کے لئے ہے۔... خدا تعالیٰ نیک نیت حاکم کو اصلیت سمجھا دیتا ہے اگر اصلیت نہ سمجھیں تو پھر اندھیر پیدا ہو''۔

1901ء میں مقدمہ دیوار کی کامیابی کی خوشی میں آپؓ نے مردان سے تمام ممبران جماعت کی معیت میں ایک عریضہ حضرت اقدس کی خدمت میں بھجوایا جس سے آپ کے حضرت اقدس پر ایمان اور حضور سے بے حد محبت کا ایک اور نظارہ ملتا ہے۔ اس کے تقریباً تین ماہ بعد آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ قادیان حاضر ہوئے۔

زلزلہ 1905ء کے دنوں میں ایک مرتبہ آپ اُس وقت بیمار ہوئے جب آپ قادیان میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت ملک حسن محمد صاحبؓ آف سمبڑیال (بیعت 1904ء) بیان کرتے ہیں کہ ''... شدّتِ بخار سے آپ کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔ آپ ایک چھوٹی سی چارپائی پر باغ میں جہاں نمازیں پڑھی جاتی تھیں لیٹے ہوئے تھے اور ہم چند آدمی پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، حضورؑ باہر تشریف لائے اور ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے بابو شاہ دین بھی اُٹھ کھڑے ہوئے، حضور نے فرمایا السلام علیکم! بابو صاحب کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور بخار ہوگیا ہے، حضور نے بابو شاہ دین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بخار وُ خار تو کچھ نہیں ہے۔ بعدۂ ہم سب نے بابو صاحب کو دیکھا کہ بخار بالکل نہیں تھا اور بابو صاحب تندرست تھے''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے رسالہ ''الوصیت'' شائع ہوا تو اس کے مطالعہ کے فوراً بعد 3 فروری 1906ء کو آپؓ نے اپنی وصیت تحریر کردی۔ آپ ابتدائی موصیان میں سے تھے اور آپ کا وصیت نمبر 9 تھا۔

آخری عمر میں حضرت بابو صاحبؓ بیمار ہوگئے اور اپریل 1908ء میں قادیان حاضر ہوئے۔ حضرت اقدسؑ اُنہی دنوں (اپریل مئی 1908ء) لاہور تشریف لے گئے لیکن آپؓ کی خبرگیری کا پورا خیال رکھا اور قادیان میں موجود حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحبؓ کو آپؓ کے علاج معالجہ کی تاکید فرمائی، چنانچہ اُن کے نام اپنے ایک خط میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں: ''میری دلی خواہش ہے کہ آپ تکلیف اٹھا کر ایک دفعہ اخویم بابو شاہ دین صاحب کو دیکھ لیا کریں اور مناسب تجویز کریں۔ مَیں بھی ان کے لئے پانچ وقت دعا میں مشغول ہوں، وہ بڑے مخلص ہیں ان کی طرف ضرور پوری توجہ کریں۔''

حضورؑ ایک اَور مکتوب میں فرماتے ہیں: ''بابو شاہ دین صاحب کی تعہد اور خبرگیری سے آپ کو بہت ثواب ہوگا۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ ان کے ایسے نازک وقت میں قادیان سے سخت مجبوری کے ساتھ مجھے آنا پڑا اور جس خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے مَیں حریص تھا، وہ آپ کو ملا۔ امید کہ آپ ہر روز خبر لیں گے اور دعا بھی کرتے رہیں گے اور مَیں بھی دعا کرتا ہوں۔''

تاہم یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی اور حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ نے حضورؑ کی وفات سے قبل 15 مئی 1908ء کو بعمر تقریباً 38 سال قادیان میں ہی وفات پائی اور بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اخبار ''الحکم'' نے لکھا:

''15 اور 16 مئی 1908ء کی درمیانی رات کو 10 بجے بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر جو اس سلسلہ کے بڑے ہی مخلص اور سرگرم ممبر تھے، قادیان ہی میں آ کر فوت ہوگئے۔ مرحوم کئی سال سے بعارضہ سل بیمار تھے، کئی مرتبہ اس مرض کے دَور ہوئے اور آرام ہوگیا، اس دفعہ ایسے گرے کہ پھر نہ اُٹھے۔ مرحوم کو حضرت اقدس کے ساتھ خاص محبت اور اخلاص تھا اور خود حضرت حجۃاللہ بھی اُن کی اس ارادت اور عقیدت کی قدر فرماتے تھے۔ مرحوم جہاں کہیں رہے سلسلہ کی اشاعت میں سرگرم رہے اس کام میں انہوں نے تکالیف بھی اُٹھائیں مگر ایک دم کے لئے بھی پروانہ کی۔ اگرچہ مرحوم نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی مگر بہت سی روحیں اُن کے لئے باقیات الصالحات کا کام دیں گی جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے وہ ذریعہ ہدایت ہوئے۔ مرنے والے میں بہت سی خوبیاں تھیں اور وہ احمدیت کا ایک درخشندہ نمونہ تھے۔...''

حضرت بابو صاحبؓ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک حضرت کرم بی بی صاحبہ اور دوسری محترمہ رسول بی بی صاحبہ۔ دونوں ہی نہایت مخلص اور دینداری کی صفت سے متّصف تھیں۔ آپؓ کی ایک اہلیہ محترمہ کو ''الدار'' میں رات کے وقت پہرہ دینے کی سعادت بھی حاصل ہے۔

...❁...❁...❁...

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 11 مئی 2012ء میں مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کی ایک طویل نظم دعا کے حوالہ سے شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

اللہ کے بندوں کا تو ہتھیار دعا ہے
تیرِ شبِ پُر درد ہے، تلوار دعا ہے
مجبور و تہی دست کی آہوں سے ڈرو تم
کاری ہے جو ہر وار سے، وہ وار دعا ہے
لفظوں کے لبادے کی ضرورت نہیں اس کو
مظلوم کی اک آہ بھی شہکار دعا ہے
زد پہ اگر آ جائے تو بچتا نہیں ظالم
ہاں زہر میں ڈوبی ہوئی تلوار دعا ہے
جو امن کی حالت میں بھلائے نہ خدا کو
مشکل میں اسی شخص کی غمخوار دعا ہے
یہ عبد کا معبود سے اک رازِ نہاں ہے
کُھلتا نہیں جو غیر پہ اسرار دعا ہے
مولا! مرے پھیلے ہوئے ہاتھوں پہ نظر کر
کہہ دے نہ کوئی کاوشِ بے کار دعا ہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

January 12, 2018 – January 18, 2018

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday January 12, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Tehreerat
01:00	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 29.
01:30	Huzoor's Reception In Melbourne
02:30	In His Own Words
03:00	Spanish Service
03:30	Pushto Muzakarah
04:10	Tarjumatul Qur'an Class: Recorded on March 5, 1996.
05:20	Seekers Of Treasure
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 238-247.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 38.
07:00	Beacon Of Truth
07:50	The Concept Of Bai'at
08:00	Qisas-ul-Ambiyaa
09:00	Inauguration Of Gillingham Mosque
10:10	Noor-e-Mustafwi
10:30	In His Own Words
11:00	Food for Thought
11:35	Deeni-o-Fiqahi Masail
12:10	Tilawat [R]
12:30	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live Proceedings From Baitul Futuh Mosque
14:30	Shotter Shondhane
15:30	Qisas-ul-Ambiyaa [R]
16:30	Friday Sermon [R]
17:40	Noor-e-Mustafwi [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat
18:30	Beacon Of Truth [R]
19:30	Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
20:00	Inauguration Of Gillingham Mosque [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Qisas-ul-Ambiyaa [R]
22:30	Friday Sermon [R]
23:40	Noor-e-Mustafwi (ra)

Saturday January 13, 2018

00:00	World News
00:30	Tilawat
00:50	Masjid Yadgar Rabwah
01:00	Yassarnal Qur'an
01:30	Inauguration Of Gillingham Mosque
02:30	In His Own Words
03:00	Beacon Of Truth
04:00	Friday Sermon
05:10	Noor-e-Mustafwi
05:25	Deeni-o-Fiqahi Masail
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 248-253.
06:15	Dars-e-Hadith
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 11.
07:00	Khazain-ul-Mahdi
07:30	Open Forum
08:00	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon: Recorded on January 12, 2018.
10:10	In His Own Words
10:40	Dua-e-Mustaja'ab
11:15	Indonesian Service
12:20	Tilawat [R]
12:35	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:05	Shotter Shondhane
15:15	Taqareer
15:40	Masjid-e-Aqsa Rabwah
16:00	Live Rah-e-Huda
17:40	Al-Tarteel [R]
18:10	World News
18:25	Tilawat
18:45	Khazain-ul-Mahdi [R]
19:05	Open Forum [R]
19:35	Dua-e-Mustaja'ab [R]
20:10	Huzoor's Jalsa Salana Address UK: Recorded on July 22, 2011.
21:35	International Jama'at News [R]
22:30	Friday Sermon [R]
23:40	Taqareer [R]

Sunday January 14, 2018

00:05	World News
00:25	Tilawat
00:40	Dars-e-Hadith
01:00	Al-Tarteel
01:30	Huzoor's Jalsa Salana Address UK
02:55	In His Own Words
03:25	Khazain-ul-Mahdi
03:50	Open Forum
04:20	Friday Sermon
05:35	Taqareer
06:00	Tilawat: Surah Al-Baqarah, verses 254-259.
06:15	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
06:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 38.
07:00	Rah-e-Huda: Recorded on January 13, 2018.
08:30	The Review Of Religions
09:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat: Recorded on December 3, 2017.
10:05	In His Own Words
10:35	Seekers Of Treasure
11:20	Indonesian Service
12:25	Tilawat [R]
12:40	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon [R]
14:10	Shotter Shondhane
15:10	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat [R]
16:10	In His Own Words [R]
16:40	Meri Nasira Wo Naik Akhtar
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Story Time
19:00	Live Face2Face
20:10	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat [R]
21:10	In His Own Words [R]
21:40	Meri Nasira Wo Naik Akhtar [R]
22:35	Friday Sermon [R]
23:45	The Review Of Religions [R]

Monday January 15, 2018

00:15	World News
00:30	Tilawat
00:50	Aao Husne Yar Ki Baatein Karein
01:10	Yassarnal Qur'an
01:30	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat
02:30	Meri Nasira Wo Naik Akhtar
03:20	Friday Sermon
04:40	Seekers Of Treasure
05:30	The Review Of Religions
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 11.
07:00	Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on December 1, 1997.
08:00	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)
08:20	Tamil Service
08:50	Ijtema Khuddam-ul-Ahmadiyya UK: Recorded on June 22, 2014.
09:55	In His Own Words
10:25	Kids Time
11:00	Friday Sermon: Recorded on August 4, 2017.
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Hadith [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon [R]
14:00	Shotter Shondhane
15:05	Ijtema Khuddam-ul-Ahmadiyya UK [R]
16:05	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as) [R]
16:30	International Jama'at News
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Somali Service
19:00	Tamil Service [R]
19:30	The Review Of Religions
20:00	Ijtema Khuddam-ul-Ahmadiyya UK [R]
21:15	Signs Of The Latter Days
22:00	Aao Urdu Seekhein
22:30	Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:40	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as) [R]

Tuesday January 16, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
00:50	Al-Tarteel
01:20	Ijtema Khuddam-ul-Ahmadiyya UK
02:25	In His Own Words
03:00	International Jama'at News
04:00	Rencontre Avec Les Francophones
05:05	Aao Urdu Seekhain
05:30	Tamil Service
06:00	Tilawat: Surah Ash-Shu'araa', verses 1-111.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 39.
07:00	Liqa Ma'al Arab: Recorded on July 16, 1996.
08:00	Story Time
08:30	Art Class
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat
10:00	In His Own Words
10:30	Discover Alaska
11:05	Indonesian Service
12:05	Tilawat [R]
12:20	Dars-e-Hadith [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on January 12, 2018.
14:00	Shotter Shondhane
15:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat [R]
16:00	Science Kay Naey Ufaq
16:30	Face2Face: Recorded on December 17, 2017.
17:30	Discover Alaska [R]
18:00	World News
18:20	Rah-e-Huda: Recorded on January 13, 2018.
20:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Inter-School Quiz
22:15	Liqa Ma'al Arab [R]
23:25	Science Kay Naey Ufaq [R]

Wednesday January 17, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:45	Dars-e-Hadith
01:00	Yassarnal Qur'an
01:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat
02:30	Science Kay Naey Ufaq
03:00	Face2Face
04:10	Liqa Ma'al Arab
05:15	Inter-School Quiz
06:00	Tilawat: Surah Ash-Shu'araa', verses 112-228.
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 11.
07:00	Question And Answer Session: Recorded on July 27, 1984.
08:00	Pakistan National Assembly 1974
09:00	Huzoor's Jalsa Salana Address UK: Recorded on July 23, 2011.
10:00	In His Own Words
10:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on January 12, 2018.
14:00	Shotter Shondhane
15:00	Huzoor's Jalsa Salana Address UK [R]
16:00	In His Own Words [R]
16:35	Servants Of Allah
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:30	French Service
19:00	An Introduction To Waqf-e-Jadid
19:30	Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
20:00	Huzoor's Jalsa Salana Address UK [R]
21:00	In His Own Words [R]
21:30	Servants Of Allah [R]
22:30	Question And Answer Session [R]
23:30	InfoMate

Thursday January 18, 2018

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
01:00	Al-Tarteel
01:30	Huzoor's Jalsa Salana Address UK
02:30	In His Own Words
03:00	Pakistan National Assembly 1974
04:00	Question And Answer Session
04:50	An Introduction To Waqf-e-Jadid
05:15	Servants Of Allah
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Tehreerat
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 31.
06:55	Tarjamatul Qur'an Class: Recorded on March 11, 1996.
08:00	Face2Face: Recorded on December 17, 2017.
09:05	Baitul Muqeet Mosque: Recorded on November 2, 2013 from Auckland, New Zealand.
10:20	Rishta Nata Ke Masa'il
10:35	Aao Kahani Sunein
11:00	Japanese Service
11:20	Pushto Muzakarah
12:00	Tilawat [R]
12:15	Dars-e-Tehreerat [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on December 15, 2017.
14:00	Beacon Of Truth: Recorded on March 29, 2015.
15:05	Baitul Muqeet Mosque [R]
16:30	Persian Service
16:55	Seekers Of Treasure
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat
18:30	Aao Kahani Sunein [R]
19:00	Open Forum
19:30	Khazain-ul-Mahdi
20:00	Friday Sermon [R]
21:00	In His Own Words
21:35	Seekers Of Treasure [R]
22:20	Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:20	Attractions Of Canada

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org
Vol 25 | Friday 12 January 2018 | Issue No. 02

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ یُوکے منعقدہ (28 تا 30 جولائی 2017ء) کے موقع پر دنیا کے مختلف ممالک سے وفود کی آمد اور جلسہ میں شمولیت

مختلف ممالک سے تشریف لانے والے امراء جماعت، نیشنل صدران اور مبلغین کرام کے علاوہ مرکزی دفاتر اور اداروں اور یُوکے کے بعض عہدیداران کی حضور انور ایدہ اللہ سے دفتری ملاقاتوں میں متفرق امور سے متعلق رہنمائی کا حصول۔ جماعت کی تبلیغ، تربیت اور استحکام اور خدمت انسانیت کے مختلف منصوبوں کی مساعی کی پیش رفت کا جائزہ اور کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے نہایت اہم اور زرّیں ہدایات۔

مختلف ممالک سے آنے والے مہمانوں کی انفرادی وفیملی ملاقاتیں۔ سینکڑوں افراد نے اپنے پیارے امام سے براہ راست ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

[حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ان ایّام میں غیر معمولی مصروفیات کا مختصر ذکر]

عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر۔ لندن

قسط نمبر 8

مؤرخہ 13 تا 15 /اگست 2017ء

مؤرخہ 13/اگست کو دفتری ملاقاتوں کا پروگرام ساڑھے دس بجے شروع ہوا۔

☆ سب سے پہلے **صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ یُوکے** نے دفتری ملاقات کا شرف پایا اور مختلف امور کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے رہنمائی حاصل کی۔

☆ بعد ازاں **عبدالرحمان چام صاحب مبلغ سلسلہ گیمبیا** نے دفتری ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ موصوف گیمبین ہیں اور سال 2015ء میں جامعہ احمدیہ یُوکے سے شاہد کا امتحان پاس کیا اور اس وقت گیمبیا میں متعین ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: اپنا پبلک ریلیشن بڑھاؤ۔ اب حکومت تبدیل ہوچکی ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے تعلق ہونا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا:۔ ایم ٹی اے افریقہ کے حوالہ سے اس شعبہ کے انچارج سے ہدایت لو اور باقاعدہ رابطہ رکھو۔

حضور انور نے فرمایا:۔ لجنہ اماء اللہ، خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اپنے اپنے دائرہ میں اپنے کام کرنے میں آزاد ہیں اور خلیفۂ وقت سے ہدایات لیتے ہیں۔ آپ نے بحیثیت فردِ جماعت کام لینا ہے۔ آپ نے خدام کی مدد بھی کرنی ہے لیکن ان کے کام میں انٹرفیئر (interfere) نہیں کرنا۔ ان پر اپنی رائے impose نہیں کرنی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔ نوجوان نسل کو (educate) کریں۔ ان کی ٹریننگ کے لئے پروگرام بنائیں۔ جو خدام الاحمدیہ کا عہد ہے وہ ان کے دماغوں میں بٹھائیں کہ آپ نے یہ عہد کر رکھا ہے اس لئے قربانی کرنی ہے، کامل اطاعت کرنی ہے، دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:۔ دوسرے فرقوں سے بھی تعلقات رکھنے ہیں۔ انسانیت سب سے پہلے ہے۔ مذہب کا معاملہ ہر دل کا اپنا ہے۔ قرآن کریم میں لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کی تعلیم ہے۔ آپ انسانیت کے ناطے سب سے تعلق رکھیں۔

آنحضرت ﷺ نے نبوت سے قبل دوسرے عرب سرداروں کے ساتھ مل کر حلف الفضول معاہدے میں شمولیت اختیار کی اور نبوت کے مقام پر فائز ہونے کے بعد ایک موقع پر دوبارہ اس بات کا اظہار فرمایا کہ اگر یہ معاہدہ دوبارہ طے پائے تو میں اس میں شامل ہوجاؤں گا۔ انسانیت کی بھلائی کے لئے ہر ایک کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے۔ اصل چیز ہے کہ نیک نیتی سے کام کرنا ہے۔

....

☆ اس کے بعد پروگرام کے مطابق **صدر جماعت و مبلغ انچارج بیلیز (Belize)** نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کیساتھ دفتری ملاقات کا شرف پایا۔

رجسٹریشن کے حوالہ سے مبلغ انچارج نے عرض کیا کہ ابھی تک رجسٹریشن تو نہیں ہوئی لیکن جو پرانی رجسٹریشن تھی اس کی بناء پر ہمیں exemption مل گئی ہے۔ ہم اپنے سنٹر اور مسجد کے لئے قطعہ زمین خرید سکتے ہیں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: سارا جائزہ لے کر بھجوائیں کہ زمین کتنے کی ملتی ہے، کہاں ملتی ہے، شہر سے کتنی باہر ہے، کیا رقبہ ہے، کیا قیمت ہے، کون سا علاقہ ہے۔ ساری چیزوں کا جائزہ لیں اور اپنی رپورٹ بھجوائیں۔

حضور انور نے فرمایا:۔ ایف ایم ریڈیو کے لئے لائسنس نہیں مل سکتا؟ اس کا بھی پتہ کریں۔

مبلغ انچارج نے عرض کیا کہ اگر جامعہ احمدیہ کینیڈا سے طلباء رخصتوں میں آئیں تو لیف لیٹس تقسیم کرنے کے لحاظ سے ہم سارے ملک کو cover کرسکتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جو چھوٹے قصبے ہیں، دیہات ہیں وہاں جائیں۔ اسی طرح شہر کے باہر ساتھ والے علاقوں میں جائیں۔ یہ لوگ سادہ ہوتے ہیں اور ان میں مادہ پرستی کم ہوتی ہے۔ ان سے تعلقات بنائیں، دوستی لگائیں پھر تبلیغ کی راہیں خود ہی نکل آئیں گی۔ صرف تبلیغ کے لئے نہ جائیں، پہلے ویسے ہی تعلقات بنائیں اور دوستیاں بنائیں، تبلیغ بعد میں خود ہی ہوجاتی ہے۔

نومبایعین کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔ نومبایعین کو تین سال زیرِ تربیت رکھیں۔ ان کی تربیت کریں۔ تین سال بعد main stream کا حصہ بن جائیں گے اور نظامِ جماعت سے جُڑ جائیں گے۔ اگر چھ ماہ یا سال بعد ہی main stream کا حصہ بنایا تو دُور ہوجائیں گے۔ اس لئے ابھی ان کو زیرِ نگرانی رکھ کر ان کی تربیت کریں اور ان کا خیال رکھیں۔

لجنہ کی کلاس کے حوالہ سے فرمایا کہ لجنہ کی کلاس علیحدہ کریں اور ان کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام ہو۔

باسکٹ بال ٹورنامنٹ کے حوالہ سے حضور انور نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اچھا پروگرام ہے۔ اگر گروپس بڑھانے ہیں تو بے شک بڑھائیں۔ تبلیغ کا ایک اچھا ذریعہ بن گیا ہے۔ ٹورنامنٹ کے لئے میکسیکو جانے کے لئے جو اخراجات آتے ہیں ان کو باقاعدہ اپنے سالانہ بجٹ میں رکھ لیا کریں۔

نومبایعین کی تعلیم و تربیت کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔ نومبایعین کا ایک دو ہفتہ کا ریفریشر کورس کروائیں۔ اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے بارہ میں واضح طور پر بتائیں کہ جو آنے والا مسیح ہے وہ آچکا ہے۔ جس کا انتظار ہو رہا تھا وہ آپؑ ہی ہیں۔ اور آپ کا status نبی کے برابر ہے۔ آپ ظلّی طور پر نبی ہیں۔ جو بیعت کے لئے تیار ہوتا ہے اس کو آپ علیہ السلام کے دعوے کا پتہ ہونا چاہئے۔ اس کو علم ہو کہ آپ علیہ السلام نے کیا دعویٰ کیا ہے۔

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں